ماہنامہ
انصار اللہ

ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا

''آپ آزاد ہیں۔اپنے مندروں، مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے کے لئے آپ پاکستان کی مملکت میں بالکل آزاد ہیں۔آپ کسی مذہب، فرقہ، عقیدہ سے تعلق رکھیں اس کا کاروبار سلطنت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ہم اس بنیادی اصول سے اپنے نظام کا آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور مساوی الحیثیت ہیں۔ہمیں اس مسلک کو اپنے نصب العین کے طور پر سامنے رکھنا چاہئے۔پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے زمانہ گزرتا جائے گا نہ ہندو، ہندو رہے گا اور نہ مسلمان، مسلمان، مذہبی اعتبار سے نہیں کیونکہ یہ تو ذاتی عقائد کا معاملہ ہے بلکہ سیاسی لحاظ سے ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہو جائیں گے''۔

(مجلس دستور ساز پاکستان سے خطاب۔بحوالہ خطبات قائداعظم صفحہ 563)

ایڈیٹر
محمد محمود طاہر

اگست 2010ء
ظہور 1389ہش

حب الوطن من الایمان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمارے دلوں میں اپنے ملک کے لئے جو محبت ہے یہ وہی محبت ہے جس پر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مہر لگائی ہے۔ حب الوطن من الایمان☆ یعنی وطن کی محبت ایمان کا ایک جزو ہے۔ یہ وہ صادق محبت ہے، یہ وہ گناہوں سے پاک محبت ہے، یہ وہ دکھ دینے کے خیالات سے مطہر محبت ہے، یہ وہ محبت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اقتداء اور آپ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہمارے دلوں میں پیدا کی گئی ہے اور یہی وہ محبت ہے جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اگر ہمیں جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ لیکن اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ خواہ ہمیں ہر طرف سے برا بھلا ہی کیوں نہ کہا جائے"۔ (خطبات ناصر جلد سوم ص نمبر ۵۵۲)

☆ (موضوعات کبیر امام ملا علی قاری صفحہ 40 مطبوعہ محمدی پریس لاہور 1302ھ)

احمدی انصار کی تعلیم وتربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: محمد محمود طاہر

ظہور 1389 ہش اگست 2010ء

جلد ---------------------- 51-

شمارہ ---------------------- 08

فون نمبر 047-6212982۔ فیکس 047-6214631

ای میل ansarullahpakistan@gmail.com

نائبین

☆ ریاض محمود باجوہ

☆ محمود احمد اشرف

☆ مبشر احمد خالد

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: فرحان احمد ذکاء

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ

دارالصدر جنوبی، چناب نگر (ربوہ)

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ پاکستان

سالانہ .... 150 روپے

قیمت فی پرچہ .... 15 روپے

اس شمارہ میں

اداریہ 2

القرآن والحدیث 3

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ 4

رمضان کی اہمیت مسائل و برکات (حافظ مظفر احمد صاحب) 5-13

رمضان اور تلاوت قرآن کریم (محمد محمود طاہر) 14-17

رمضان اور محاسبہ نفس (طیف احمد محمود) 18-20

قرآن کریم اور نظریہ لاشعور (محمود احمد اشرف) 21-26

سانحہ لاہور کی یادیں (حبیب الرحمن) 27-28

نظمیں 29

جلسہ سالانہ 2 مئی 2010ء (ریاض محمود باجوہ) 30-31

شذرات 32.37

اخبار مجالس 38-39

مجلس شوریٰ کے فیصلہ جات کی پابندی کریں 40

رمضان المبارک

اداریہ

رمضان المبارک اور قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر ہمیں اپنی زندگیوں میں رمضان المبارک کا مہینہ دیکھنا نصیب کیا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزے فرض کئے گئے ہیں سوائے مریض اور مسافر کے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور جس کے بارہ میں قرآن کریم کے ارشادات نازل ہوئے بلکہ نزول قرآن کے مقاصد کو اس ماہ مبارک میں پورے کرنے کی توفیق اپنے معراج کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ بابرکت مہینہ مومنوں کے لئے موسم بہار لے کر آتا ہے۔ یہ وصل الٰہی اور قبولیت دعا کا مہینہ ہے۔ حدیث قدسی میں خود اللہ کا ملنا ہی روزے کی جزا قرار دی گئی ہے۔

رمضان میں قبولیت دعا کا خاص موقع ہوتا ہے۔ فرضیت رمضان کی آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب اللہ کا بندہ اس کی خاطر کھانا پینا چھوڑتا ہے، عبادات میں ذوق پیدا کرتا ہے تلاوت قرآن کریم میں مصروف رہتا ہے، ہر قسم کی لغویات سے اجتناب کرتا ہے صدقہ خیرات میں خصوصی اہتمام کرتا ہے۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی التزام کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بندے کو قبولیت دعا کا اعجاز عطا فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کے قبولیت صیام کی نشانی ہوتی ہے۔

موجودہ حالات میں ہمارے پیارے امام ہمیں اضطراری دعاؤں کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں یقیناً مضطر کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے رمضان ہمیں اپنی دعاؤں میں اضطرار پیدا کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے ہمیں اپنی دعا میں شہداء احمدیت اسیران راہ مولیٰ اور ان کے خاندانوں کو بھی خصوصی طور پر یاد رکھنا ہے اور جن دعاؤں کی طرف حضور انور ایدہ الودود نے ہمیں توجہ دلائی ہے رمضان المبارک میں خصوصی التزام کے ساتھ ان کا ورد کرنا چاہئے۔ وہ دعائیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

1۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

2۔ رَبِّ کُلُّ شَیْ ءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ (خطبہ فرمودہ 4 رجون 2010ء)

3-اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا.

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کے تقاضے پورے کرتے ہوئے یہ مبارک مہینہ عبادات اور دعاؤں میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور مولیٰ کریم ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہمیں ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆☆☆

القرآن — تم پر روزے فرض کر دئیے گئے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۸۴-۱۸۵)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

☆☆☆

حدیث نبوی ﷺ — روزے میرے لئے ہیں اور میں ہی اس کا بدلہ ہوں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ. وَ اِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهٗ اَوْ شَاتَمَهٗ فَلْيَقُلْ: اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ. وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ. يَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ. اَلصِّيَامُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا. (بخاری، کتاب الصوم حدیث نمبر ۱۸۹۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزے ڈھال ہیں۔ سو کوئی شخص فحش بات نہ کرے اور نہ جہالت کی بات اور اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا گالی دے تو چاہئے کہ اس سے دوبار کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پیا اور اپنی شہوت میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزے میرے لئے ہیں اور میں ہی اس کا بدلہ ہوں اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

☆☆☆☆

روزوں کی برکات

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ ''کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے''۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجالانا بہتر ہے پس میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی دے دیتا تھا اور اس طرح تمام دن روزہ میں گزارتا اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھالیتا ہوں مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں بہتر ہے کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں سو میں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا یہاں تک کہ میں تمام دن رات میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گزشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گزر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حسنین و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے جن کا بیان کرنا بالکل طاقت تحریر سے باہر ہے۔ وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے جن میں سے بعض چمکدار سفید اور سبز اور بعض سرخ تھے ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہوگی جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے''۔

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۹۷ تا ۱۹۹ حاشیہ)

رمضان المبارک کی اہمیت مسائل اور فضائل و برکات

﴿محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان﴾

خوشا نصیب کہ ایک دفعہ پھر ہماری زندگی میں برکتوں اور رحمتوں والے مہینہ رمضان کی آمد آمد ہے، ہاں! روحانیت کا وہی موسم بہار کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس کی خاطر اپنے مولیٰ کے حضور دعا کو رہتے تھے کہ اے اللہ! ہمارے رجب اور شعبان میں برکت ڈال ہمیں رمضان تک پہنچا یعنی کہیں رمضان سے پہلے بلاوا نہ آجائے۔ کیا خبر کہ کونسا رمضان مغفرت کا ذریعہ ہو جائے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا "کیا ہی بدنصیب ہے وہ شخص جس نے رمضان پایا اور بخشا نہ گیا"۔ (کنز العمال جلد ۷ ص ۷۹)

روزہ کی فرضیت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی سورۃ البقرہ ۱۸۴، ۱۸۵ میں روزوں کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ روزہ کے لئے عربی میں "صوم" کا لفظ ہے جس کے معنی امساک یعنی رکنے کے ہیں۔ دینی اصطلاح میں روزہ سے مراد طلوع فجر یعنی پو پھٹنے سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے رکنا ہے بشرطیکہ یہ عبادت کی نیت سے ہو۔

دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں لفظ روزہ مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ دینی تاریخ کے مطابق رمضان کے مہینہ میں روزے ہجرت نبویؐ کے دوسرے سال فرض ہوئے۔ اس سے قبل یہودیوں کے روزہ میں سحری نہیں تھی بلکہ آٹھ پہر روزے کا دستور تھا۔ دین میں سحری کھانے کا حکم ہوا جس کا وقت آدھی رات کے بعد سے فجر کے طلوع ہونے تک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب یعنی یہود کے روزہ میں فرق سحری کا کھانا ہے۔ (مسلم کتاب الصوم) دراصل دینی احکام کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے۔ محض اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر خدا کو خوش نہیں کیا جا سکتا۔ پس سحری کا حکم جہاں سہولت کا ذریعہ ہے وہاں عبادت اور برکت کی خاطر بھی ضروری ہے۔ سحر و افطار کے اوقات طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کی پابندی کے ساتھ سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی پسندیدہ ہے۔ اس میں بھی سہولت مدنظر ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے سب سے پیارے بندے وہ ہیں جو نسبتاً زیادہ جلدی افطاری

کرتے ہیں۔(ترمذی ابواب الصوم) رمضان کی برکات حاصل کرنے کے لئے ایک مومن کو طبعاً اس مہینہ کا اشتیاق سے انتظار ہونا چاہئے۔پہلی رمضان سے چاند نظر آجانے پر رمضان کے روزے شروع کرنے چاہئیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔"رمضان کے چاند کے انتظار میں شعبان کے دن گنا کرو"۔ (ترمذی ابواب الصوم)

روزہ کی فلاسفی:۔

روزہ کی فلاسفی قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۸۴) یعنی تم جسمانی، اخلاقی اور روحانی ہر قسم کی کمزوریوں اور بیماریوں سے بچو۔رسول کریمؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ روزہ انسان کو ہر قسم کی برائیوں سے بچانے کے لئے بطور ڈھال کے ہے۔(ترمذی ابواب الصوم) جو انسان روزہ کی مکمل حفاظت کرتا اور پوری شرائط سے یہ عبادت بجالاتا ہے تو یہی روزہ اس کے روحانی دشمن شیطان کے مقابل پر ایک ڈھال بن جاتا ہے۔یہ ڈھال روزہ دار کے پاس موجود ہوتی ہے۔شرط یہ ہے کہ وہ اسے استعمال کرے۔اس کا طریق حدیث میں یہ بتایا ہے کہ کسی برائی کے خیال، جہالت کی بات یا لڑائی کے وقت روزہ کی ڈھال کو کام میں لاؤ اور ہمت و عزم سے کہو کہ میں اس برائی میں ملوث نہ ہوں گا اور اس لڑائی اور گالی گلوچ سے کنارہ کش رہوں گا کیونکہ میں روزہ دار ہوں۔

(مسلم ابواب الصیام)

اگر اس طور پر انسان یہ ڈھال استعمال کرے تو روزہ اسے نہ صرف دنیا کی بلاکتوں، جسمانی، اخلاقی اور روحانی حملوں سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ انسان کے لئے ہمیشہ کی مستقل ڈھال بن جاتا ہے۔کتنی مبارک اور قیمتی ہے یہ ڈھال جو ہر ایک کو نصیب ہو جائے تو معاشرہ کتنا پاک صاف ہو جائے اور اگر یہ ڈھال میسر نہیں تو انسان کو روزے سے بھوکا پیاسا رہنے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو (روزہ دار) جھوٹی بات اور غلط کام نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب یہ پر حکمت تحریک فرمایا کرتے تھے کہ ہر رمضان المبارک میں انسان کو کوئی ایک برائی بہر حال چھوڑنے کا عہد کرنا چاہئے۔بلاشبہ رمضان کے بابرکت مہینہ میں کسی برائی کو چھوڑنا باقی دنوں کی نسبت زیادہ آسان ہوتا ہے اور رمضان اس میں بہت مد ہوتا ہے۔چاہئے کہ انسان دعا سے اس عہد کو مزید پختہ کرے۔روزہ کی دوسری حکمت ضرورت مند بھائیوں کی ضرورت کا احساس بیدار کرنا ہے۔روزہ کی حالت میں خود بھوک برداشت کرنے، روزہ نہ رکھنے کی صورت میں مسکین کو کھانا کھلانے یا فدیہ رمضان ادا کرنے سے ہمدردی اور باہمی محبت کا جذبہ ترقی کرتا ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"درحقیقت یہ قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے تمام قسم کی تباہیاں اسی وقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ان کی چیزیں انہی کی ہیں دوسروں کا ان میں کوئی حق نہیں۔۔۔دنیا کے نظام کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال کرے اور رمضان اس کی عادت ڈالتا ہے"۔(تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۷۵۔۳۷۶)

رمضان کی ایک اور حکمت یہ بھی ہے کہ روزہ جسمانی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ہر چیز کو پاک کرنے کے لئے اس کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی ظاہری و باطنی زکوٰۃ اور پاکیزگی کا ذریعہ روزہ ہے۔(ابن ماجہ کتاب الصوم) اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ صُومُوا تَصِحُّوا۔تم روزے رکھا کرو صحت مندرہو گے۔(جامع الصغیر للسیوطی)

سیدنا حضرت مصلح موعودفرماتے ہیں:۔

’’روزے کئی قسم کی امراض سے نجات دلانے کا موجب بن جاتے ہیں۔آج کل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا ضعف آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہو جاتے ہیں اور ان سے بیماری یا موت پیدا ہوتی ہے۔۔۔اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے‘‘۔ (تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۷۵)

فضائل رمضان:

رسول اللہؐ کے زمانے میں رمضان کی آمد تھی ایک شام قبل جب شعبان کی آخری تاریخ تھی ،آپؐ نے اپنے صحابہ کو اس بابرکت مہینہ کے لئے تیار کرنے کی خاطر اس کی عظمت وشان بیان فرمائی ،اس کی تفصیل حضرت سلمان فارسیؓ نے یوں روایت کی ہے ،آپؐ نے فرمایا:۔اے لوگو!تم پر ایک بڑی عظمت (اور شان) والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے۔ہاں!ایک برکتوں والا مہینہ جس میں ایک ایسی رات ہے جو(ثواب وفضیلت کے لحاظ سے)ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے۔ اس مہینہ میں جو شخص کسی نفلی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اسے اس نفل کا ثواب عام دنوں میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ملے گا۔اور یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔یہ ہمدردی وغمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کی افطاری کرواتا ہے تو یہ عمل اس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اسے آگ سے آزاد کیا جاتا ہے۔ اسے روزہ دار کے اجر کے برابر ثواب ملتا ہے بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کچھ کمی ہو......یہ ایسا مہینہ ہے جس کا آغاز (نزول)رحمت ہے اور جس کی بہترین (چیز) مغفرت ہے۔اور جس کا انجام آگ سے آزادی ہے۔اور جو شخص اس مہینے میں اپنے مزدور یا خادم سے اس کے کام کا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو بھی بخش دیتا اور اسے آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔(بیہقی فی شعب الایمان حدیث 3608)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور کوئی ایک دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا۔جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور کوئی ایک بھی بند نہیں رہتا۔اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ اے بھلائی کے چاہنے والے! آ اور آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے! رک جا۔اور اللہ کے لئے بہت سے لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں۔رمضان کی ہر رات کو ایسا ہوتا

ہے۔(ترمذی ابواب الصوم) جنت کے دروازے کھلنے سے مراد یہ ہے کہ رمضان میں مومنوں کو ایسے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے جو ان کو جنت میں لے جانے والے ہیں۔بالفاظ دیگر یہ مہینہ عابدوں کے لئے جنت کے دروازے کھولنے کا موجب ہوا۔اسی طرح جہنم کے دروازوں کے بند ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ مومنوں کو ان کاموں سے اجتناب کرنے کی توفیق ملتی ہے جو جہنم میں لے جانے والے ہیں کیونکہ روزہ دار بڑے گناہوں سے تو بچتا ہی ہے اور چھوٹے گناہ ویسے معاف کردئے جاتے ہیں۔پس اصل چیز رمضان کو اپنے وجود میں داخل کرنے اور اس کے احکام بجالانا ہے۔جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور دوزخ کے دروازے ایسے شخص پر بند ہو جاتے ہیں اور خدا کی رضا کی جنتوں کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں اور اس کی عبادات کو احسن رنگ میں قبول کیا جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک انسان کے گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بن جاتا ہے(کنوز الحقائق)یعنی اگر انسان سچے دل اور تقویٰ سے رمضان کی عبادات بجالائے تو رمضان ایسے پاکیزہ اثرات اور نیک عادات پیدا کرتا ہے جو گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ماہ رمضان کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ" (البقرۃ:۱۸۶) سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّی قلب کرتا ہے۔تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے" (ملفوظات جلد۲ص ۵۶۲،۵۶۱)

بیمار اور مسافر کے لئے رخصت:

قرآن شریف میں مریض اور مسافر کو بیماری یا سفر میں روزوں کی رخصت دے کر سال کے دوسرے دنوں میں ناغہ شدہ روزے مکمل کرنے کی ہدایت ہے۔(البقرہ:۱۸۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں کیا خوبصورت رہنمائی فرمائی ہے:۔"اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی! یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔ (ملفوظات جلد چہارم ص ۲۵۸)

بسا اوقات بیماری میں روزہ رکھنے یا اس کے بہانہ سے ناغہ کرنے میں افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ دونوں لحاظ سے اعتدال ضروری ہے،سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔''روزہ کے بارہ میں شریعت نے نہایت تاکید کی ہے اور جہاں اس کے متعلق حد سے زیادہ تشدد نا جائز ہے وہاں حد سے زیادہ نرمی بھی ناجائز ہے۔ پس نہ تو اتنی سختی کرنی چاہئے کہ جان تک چلی جائے اور نہ اتنی نرمی کرنی چاہئے کہ شریعت کے احکام کی ہتک ہو اور ذمہ داری کو بہانوں سے ٹال دیا جائے۔میں نے دیکھا ہے کہ کئی لوگ محض کمزوری کے بہانہ کی وجہ سے روزے نہیں رکھتے۔اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں روزہ رکھنے سے ضعف ہو جاتا ہے۔مگر یہ بھی کوئی دلیل نہیں صرف اس ضعف کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز ہے جس میں ڈاکٹر روزہ رکھنے سے منع کرے''۔

(تفسیر کبیر جلد دوم ص۳۹۶)

سفر میں روزہ کے متعلق احادیث سے پتا چلتا ہے کہ روزے فرض ہونے کے بعد ابتدائی زمانہ میں رسول کریمؐ اور صحابہ سفر میں روزہ رکھ لیتے۔۸ ھ میں فتح مکہ تک یہی صورت تھی۔حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ سفر فتح مکہ میں کدید مقام تک روزے رکھتے رہے۔اس کے بعد روزے نہیں رکھے اور صحابہؓ حضورؐ کی آخری سنت کو ہی قابل عمل قرار دیتے تھے۔(مسلم کتاب الصیام) اس کے بعد آنحضورؐ نے یہ مضمون مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیکی کی بات نہیں کہ تم سفر میں روزہ رکھو۔تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی اس رخصت سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے جو اس نے تم کو عطا کی ہے۔پس اس رخصت کو قبول کرو۔آنحضورؐ خود مسافر کا روزہ کھلوا دیا کرتے تھے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر سے واپسی پر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا۔کھانے کا انتظار کرو۔میں نے کہا حضور! مجھے روزہ ہے۔آپؐ نے از راہ محبت فرمایا ادھر میرے قریب آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ مسافر کو اللہ تعالیٰ نے روزہ سے رخصت دی ہے اور آدھی نماز بھی اسے معاف کی ہے۔(نسائی کتاب الصوم) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص کے پاس سواری ہو جو اسے ایسے ٹھکانے پر پہنچا دے جہاں وہ سیر ہو کر کھانا کھا سکے تو وہ جہاں اور جس حالت میں بھی رمضان کا مہینہ پائے اس کے روزے رکھے۔(ابوداؤد کتاب الصوم)

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ وخلفاءسلسلہ کی روشنی میں مجلس افتاء کی حسب ذیل سفارش حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے منظور فرمائی:۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیماری اور سفر میں روزہ رکھنے کو حکم عدولی قرار دیا ہے۔حضورؑ کا یہ فیصلہ حکم قرآنی پر مبنی ہے اور احادیث نبویہ کے مجموعی مفہوم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔آنحضرت ﷺ نے سفر کی حالت میں رمضان میں روزہ رکھنے والوں کو نافرمان قرار دیا ہے۔ (۲) حضرت مسیح موعودؑ نے باہر سے آنے والے احمدیوں کے لئے قادیان کو وطن ثانی قرار دیا ہے اس لئے وہ وہاں قیام کے دوران میں روزہ رکھ سکتے ہیں اور اگر نہ رکھیں تب بھی جائز ہے (۳) وطن ثانی کی طرف سفر بھی سفر ہی ہے اس لئے روزہ رکھنا جائز نہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کا

تعالیٰ اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے افطاری کے وقت سے پہلے قادیان آنے والے روزہ داروں کا روزہ کھلوادیا تھا۔(۴) نفلی روزہ سفر کی حالت میں جائز ہے۔(۵) وہ تمام لوگ جن کی ڈیوٹی ہی سفر سے متعلق ہو۔جیسے ریلوے گارڈ۔ڈرائیور۔پائلٹ۔سفری ایجنٹ۔دیہاتی ہرکارے وغیرہ مقیم کے حکم میں ہوں گے اور رمضان کے روزے رکھیں گے۔مزید برآں سفر میں روزہ کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں ان میں حسب ذیل طریق اختیار کیا جاسکتا ہے:۔(۱) سحری کے بعد گھر سے سفر شروع ہو اور افطاری سے پہلے ختم ہونے کا ظن غالب ہو تو وہ روزہ رکھا جاسکتا ہے کیونکہ یہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں اور روزہ میں ایسا معمولی سفر کیا جاسکے تو حرج نہیں۔(۲) اگر سفر جاری ہے پیدل یا سواری پر روزہ نہ رکھے(۳) سفر میں دن بھر کسی جگہ قیام ہے تو روزہ رکھا جاسکتا ہے یعنی رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کی اجازت ہے۔(۴) کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنا ہو تو وہاں سحری کا انتظام کیا جائے اور روزہ رکھا جائے۔ (خلاصہ از الفضل ۱۴؍جنوری ۱۹۶۶)

نقض صوم کا کفارہ اور فوت شدہ روزوں کی قضا:

ایک عاقل و بالغ شخص جس پر روزہ فرض ہے کسی حقیقی عذر کے بغیر جان بوجھ کر فرض روزہ توڑتا ہے تو احترام روزہ کی مناسبت سے اس کا کوئی کفارہ ہونا چاہئے۔چنانچہ ایسے شخص کے لئے یہ کفارہ مقرر ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر صحت روزے رکھنے کی بھی اجازت نہ دیتی ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔فرض روزہ توڑنے کا یہ کفارہ ایسی صورت میں ہے جب انسان بغیر کسی عذر اور مجبوری کے جان بوجھ کر روزہ توڑ دے۔لیکن اگر کسی حقیقی عذر سے روزہ کھولنا پڑا تو اس روزہ کی قضا ضروری ہے اس کے بدلے ایک روزہ رکھ لیا جائے۔کفارہ ضروری نہیں۔جو مسافر یا مریض رمضان میں روزہ نہ رکھ سکے وہ سال کے دوران اگلے رمضان تک کسی وقت بھی روزے پورے کرنے مناسب ہیں کیونکہ زندگی کا اعتبار نہیں اور نا معلوم آئندہ رمضان میں اور روزوں کا قرض سر چڑھ جائے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے رمضان کے جو روزے بوجہ عذر رہ گئے ہوئے تھے میں شعبان میں ادا کر لیا کرتی تھی کیونکہ حضورﷺ ان ایام میں زیادہ روزے رکھتے تھے۔یہ بھی ضروری نہیں کہ قضا کے روزے مسلسل رکھے جائیں بلکہ جیسے توفیق ملے وقفہ وقفہ سے بھی یہ روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ (بخاری کتاب الصوم)

برکات رمضان:

حدیث قدسی ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔روزہ اور اس کے اجر وثواب کا تعلق بھی میری ذات سے ہے اور اس کا اجر بے حد وحساب ہے جو میں ہی جانتا ہوں اس لئے میں خود یعنی بغیر کسی واسطہ کے اس کی جزا اپنے بندہ کو دوں گا۔(بخاری کتاب الصوم) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بغیر کسی ریاء کے روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کی جزا بن جاتا ہوں۔ (جامع الصغیر للسیوطی)

روزہ کی برکات بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''ریّان'' کہتے ہیں (جس کے معنی ہیں بہت سیراب کرنے والا) اس میں سے روزہ دار قیامت کے دن جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے علاوہ کوئی اور اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس دن اعلان ہوگا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ تب روزہ دار کھڑے ہوں گے اور اس دروازے سے ان کے علاوہ اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ پھر جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ (بخاری کتاب الصوم) اہل جنت کا باب ریّان سے داخلہ ان کی روحانی سیری سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یعنی روزہ کی عبادات کے نتیجہ میں روحانی انوار و برکات کا کثرت سے نزول ان پر ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ رمضان کے مہینہ میں عام معمول سے بھی زیادہ سب سے بڑھ کر سخاوت فرماتے تھے اور جبریل رمضان میں ہر رات آپؐ سے آ کر ملاقات کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی۔ نبی اکرمؐ جبریلؑ کو قرآن سناتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ جبریلؑ تمام قرآن کریم کا آپ کے ساتھ مل کر دور کیا کرتے تھے۔ (یعنی ایک دوسرے کو قرآن سناتے تھے) ان دنوں رسول کریمؐ بارش لانے والی ہوا سے بھی اپنی نیکیوں اور جود و کرم میں بڑھ جاتے تھے۔ (بخاری کتاب الصوم)

رمضان اور دعا:

احکام رمضان کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قریب ہونے اور ان کی دعائیں قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے بشرطیکہ وہ بھی اس پر کامل ایمان لا کر احکام ربانی پر لبیک کہیں۔ تہجد تو دعاؤں کی قبولیت کا سب سے بہتر وقت ہوتا ہے۔ پھر نمازوں اور نوافل کے علاوہ روزہ کے افطار کا وقت بھی قبولیت کا ہوتا ہے۔ پس روزہ کی افطاری کے وقت بہت بابرکت گھڑی ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اسے افطاری کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اس وقت ہوتی ہے جب روزہ کی وجہ سے خدا سے اس کا لقاء ہوگا۔ (بخاری کتاب الصوم) اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو (آگ سے) آزاد اور بری فرماتا ہے اور یہ (عمل) روزانہ شام کو ہوتا ہے (ابن ماجہ کتاب الصوم) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افطاری کے وقت کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ (ابن ماجہ کتاب الصوم) اس لئے افطاری کے وقت کے بابرکت لمحات کو ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ قبولیت دعا کے اس وقت میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ کیا اچھا ہو کہ انسان روزہ افطار ہونے سے چند منٹ قبل وضو کر کے تخلیہ میں بیٹھ کر اپنے خدا سے اپنی مرادیں مانگے۔ رسول کریم ﷺ سے افطار کے وقت میں ایک یہ عمدہ دعا پڑھنی بھی ثابت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوبِی

(مستدرک حاکم کتاب الصوم)

کہ اے اللہ میں تجھ سے تیری اس رحمت کا واسطہ دے کر جو ہر شے پر حاوی ہے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے میرے گناہ

بخش دے۔حضرت مصلح موعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔"اسی طرح دعا کے قبول ہونے کے اوقات بھی ہیں۔لیکن وہ ظاہری سامانوں کی حد بندیوں کے نیچے نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانی قلوب کی خاص حالتوں اور کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں وہی انسان محسوس کرسکتا ہے جس پر وہ حالت وارد ہو.........پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے یہی وہ مہینہ ہے جس میں دعا کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قریبٌ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ مل سکے تو اور کب مل سکے گا"۔

(تفسیر کبیر جلد۲ ص ۴۰۸،۴۰۹)

رمضان اور تہجد:

حضرت عائشہؓ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آنحضورؐ رمضان المبارک میں رات کو کیسے عبادت فرماتے تھے۔ فرمایا حضورؐ رمضان اور رمضان کے علاوہ ایام میں گیارہ رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔پہلے آپ چار رکعتیں پڑھتے۔وَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ مگر ان رکعتوں کے حسن اور لمبائی کے متعلق نہ پوچھ۔یعنی میرے پاس الفاظ نہیں کہ حضورؐ کی اس لمبی نماز کی خوبصورتی بیان کروں۔پھر ایسی ہی لمبی اور خوبصورت چار رکعت ادا فرماتے تھے اور پھر تین وتر آخر میں پڑھتے تھے۔یعنی کل گیارہ رکعات۔(بخاری کتاب التہجد) رسول کریمؐ نوافل میں خصوصیت سے قرآن شریف کی تلاوت اور دعاؤں پر زور دیتے تھے۔آپؐ نے رمضان میں تین دفعہ باجماعت نوافل ادا کئے پھر چوتھے دن اس لئے تشریف نہیں لائے کہ یہ عبادت امت پر فرض کی طرح نہ ہوجائے۔(بخاری کتاب الصوم)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے رمضان کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے خیال میں ماہ رمضان میں ایک تو روزوں کا حکم ہے۔دوسرے حسب طاقت دوسرے کو کھانا کھلانے کا۔ تیسرے تدارس قرآن کا۔چوتھے قیام نماز کا یعنی نماز میں معمول سے زیادہ کوشش کرنا۔صحابہ میں تین طریقے قیام نماز کے رائج تھے۔بعض تو بیس رکعتیں باجماعت پڑھتے تھے۔بعض آٹھ رکعتیں اور بعض صرف تہجد گھر میں پڑھ لیتے"۔

اس پر نو وارد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے تو نماز تراویح کا پڑھنا تین چار دن سے زیادہ ثابت نہیں ہوتا اس لئے بعض لوگ اسے بدعت عمریؓ کہتے ہیں حضرت حکیم الامت نے فرمایا:۔"خواہ آنحضرتؐ نے صرف ایک دن ہی نماز تراویح پڑھی ہو اول سنت تو ہوگئی۔دوم نہ کرنے سے سنت تو نہیں ٹوٹتی"۔(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ص ۲ عاے عا حاشیہ)

آخری عشرہ اعتکاف اور لیلۃ القدر:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے تھے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے کنارہ کشی

کر لیتا ہے اور مسجد میں بیٹھا رہنے کی وجہ سے اپنی جن نیکیوں سے وہ محروم رہتا ہے ان کا اجر بھی اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔(ابن ماجہ کتاب الصوم)حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمر ہمت کس لیتے اور اپنی رات کو(عبادت میں شب بیداری سے) زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔(بخاری کتاب الاعتکاف) آپؐ فجر کی نماز کے بعد (بیسویں رمضان کو) اپنے خیمہ اعتکاف میں تشریف لے جاتے۔(ابو داؤد کتاب الصوم)حضرت عائشہؓ کی ہی ایک اور روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادات میں جتنی کوشش و محنت اور مجاہدہ فرماتے تھے وہ جد و جہد اس کے علاوہ ایام میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔(ابن ماجہ کتاب الصوم) اسی طرح آپؓ فرماتی تھیں کہ معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ نہ وہ مریض کی عیادت کرنے جائے، نہ جنازہ میں جا کر شریک ہو، بیوی سے تعلقات قائم کرے اور نہ ہی سوائے مجبوری کے کسی اور کام سے باہر نکلے اور اعتکاف روزہ کے ساتھ جامع مسجد میں ہونا چاہئے۔(ابو داؤد کتاب الصوم)نیز آپؓ فرماتی تھیں کہ رسول کریم ﷺ سوائے حاجت ضروریہ کے اعتکاف کے ایام میں گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔(بخاری کتاب الاعتکاف) آخری عشرہ میں آنحضورؐ اعتکاف بھی فرماتے تھے اور لیلۃ القدر کی تلاش میں راتیں بھی زندہ کرتے تھے۔رمضان المبارک کے اس آخری عشرہ کی ایک اور برکت آنحضورؐ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:۔’’رمضان کی آخری رات میں میری امت کی مغفرت ہوتی ہے۔آپؐ سے پوچھا گیا اے خدا کے رسولؐ! کیا رمضان کی آخری رات لیلۃ القدر ہوتی ہے فرمایا نہیں بلکہ عمل کرنے والا جب عمل سے فارغ ہوتا ہے تو اس وقت اسے اس کا اجر دیا جاتا ہے (اور یہ مغفرت اس کا اجر ہے)‘‘۔(مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹۲) نیز فرمایا’’جس شخص کو لیلۃ القدر میں کامل ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کرنے کی توفیق ملے تو اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں‘‘(بخاری کتاب الصوم) ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کونسی رات لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں؟ آنحضورؐ نے فرمایا یہ دعا کرو:۔" اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی

(ترمذی و ابن ماجہ کتاب الصوم)

کہ اے اللہ یقیناً تو تو بہت معاف کرنے والا باعزت ہے تو عفو کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کر۔رمضان کے مجاہدہ اور اس بابرکت رات سے محرومی بہت بڑی محرومی ہے۔ایک رمضان کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:۔’’یہ مہینہ تمہارے پاس آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔جو شخص اس رات سے فائدہ نہ اٹھا سکا وہ تمام خیر سے محروم ہوا اور اس کی خیر و برکت سے سوائے محروم انسان کے کوئی خالی نہیں رہتا‘‘۔اللہ تعالیٰ ہمیں برکات رمضان سے کماحقہ فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کے لئے شفاعت کریں گے (الحدیث)

رمضان اور تلاوت قرآن کریم

﴿محمد محمود طاہر صاحب ایڈیٹر ماہنامہ انصاراللہ﴾

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۶ میں فرمایا ہے: ''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کریم انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں''۔

یہ آیت کریمہ قرآن کریم کا رمضان المبارک کے ساتھ گہرا رشتہ باندھ رہی ہے۔ قرآن کریم کا نزول رمضان میں شروع ہوا اور پھر رمضان کے بارہ میں قرآنی تعلیمات نازل ہوئی ہیں رمضان میں تمام احکام قرآن کے اترنے کا عملی مظاہرہ اپنے عروج پر پہنچا ہوتا ہے۔ جب اللہ کے بندے اسکی عبادات میں منہمک ہوتے ہیں وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی عملی کوششیں کرتے ہیں اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی سعی بھی کرتے ہیں گویا کہ رمضان کے بارہ میں ہی قرآن نازل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ پس یہ مہینہ ہمیں اس بارہ میں متوجہ کرتا ہے کہ ہم قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر تدبر و تفکر کرنے میں خصوصی توجہ دیں۔

حضرت جبریلؑ رمضان کے مہینہ میں آنحضرت ﷺ کو جس قدر قرآن کریم نازل ہوتا تھا اس کا دور کرواتے تھے اور آخری رمضان میں دوبار دور کروایا جس سے آنحضورؐ نے سمجھا کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔ حضرت جبریلؑ کا آنحضورؐ کو رمضان میں قرآن کا دور کروانا ہمیں یہ دعوت عمل دیتا ہے کہ ہم بھی رمضان المبارک میں قرآن کریم کا کم از کم ایک دور ضرور مکمل کریں اس سے زیادہ جس قدر توفیق مل سکے تو اتنا ہی باعث خیر و برکت ہوگا۔

قرآن کریم پڑھنے والوں پر نزول سکینت

آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ کے گھروں میں اکٹھے ہو کر قرآن کریم پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو سکھاتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور خدا کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا اپنے فرشتوں سے ذکر کرتا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر ۱۲۴۳)

یہ حدیث ہمیں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور اس پر اجتماعی تدبر و فکر کی طرف متوجہ کرتی ہے اس کا ایک عملی

موقع رمضان میں درس القرآن کی صورت میں آتا ہے۔جن مقامات پر درس القرآن کا انتظام ہے اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرکے ہمیں اس حدیث کی برکات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ایسی مجالس میں اللہ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور خدا کی رحمت ایسے لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے سایہ کرتے ہیں اور اللہ ان لوگوں کا اپنے فرشتوں سے ذکر کرتا ہے۔تو کس قدر باعث ثواب وبرکت وہ محفل ہے جس میں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کا ذکر ہو اور رمضان کے مہینہ میں یہ برکات دو چند ہوجاتی ہیں۔جو لوگ مجالس درس القرآن میں نہ پہنچ سکتے ہوں وہ ایم ٹی اے پر درس قرآن سے استفادہ کرکے یہ ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔

خوش الحانی اور سوز کے ساتھ تلاوت قرآن

قرآن کریم کی تلاوت کو ترتیل اور خوبصورتی کے ساتھ کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔اس بارہ میں بچوں کی نگرانی کی بھی ضرورت ہے۔بعض لوگ قرآن کو صرف زیرلب تلاوت کرتے ہیں اس سے تلاوت کما حقہ نہیں ہوسکتی اور قرآنی الفاظ کا ادراک بھی نہیں ہوتا۔اس لئے تلاوت خوش الحانی اور اونچی آواز میں کرنی چاہئے تا کہ ایک وجد کی کیفیت پیدا ہو اور سننے والے بھی اس سے حظ اُٹھاسکیں۔اس بارہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ قرآن غم کے ساتھ اترا ہے۔پس جب تم قرآن کی تلاوت کرو تو گریہ وزاری کیا کرو۔اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بناؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور جو شخص خوش الحانی سے قرآن نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۳۲۷) رمضان میں چونکہ ایک وجد اور سوز کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور عبادات میں ذوق ہوتا ہے اس لئے تلاوت قرآن کریم کے وقت بھی یہ سوز اور وجد کی کیفیت پیدا ہونی چاہئے اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا جانا چاہئے جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث میں بڑے واضح الفاظ میں اس کا ارشاد ہوا ہے۔

روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے

رمضان اور قرآن کا ایک اور گہرا تعلق یہ ہے کہ یہ دونوں ہی ہمارے لئے روز قیامت اللہ کے حضور شفاعت کریں گے اور ہمارے لئے بخشش کے سامان پیدا کریں گے۔اس لئے رمضان میں خاص طور پر تلاوت قرآن کریم کی طرف خود بھی التزام کرنا چاہئے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اس کا پابند کرنا چاہئے تا رمضان اور قرآن ہمارے لئے روز قیامت سفارش کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے روزے کہیں گے اے میرے ربّ! میں نے اس بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں یعنی روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔(مسند احمد حدیث نمبر ۶۳۳۷)

قرآن کریم پر تدبر وتفکر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف تدبر وفکر وغور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارِیٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْآن یعنی بہت سے ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن کریم پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے''۔ (ملفوظات جلد۵ ص۱۵۷)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

''میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے..... اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں .... اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی''۔ (ملفوظات جلد ا ص:۳۸۶)

روزانہ تلاوت قرآن کریم

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کس حد تک قرآن سے محبت کرتا ہے اس کے حکموں کو مانتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ محبت کے اظہار کے بھی طریقے ہوتے ہیں۔ سب سے ضروری چیز جو ہر احمدی کو اپنے اوپر فرض کر لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ بلا ناغہ کم از کم دو تین رکوع

ضرور تلاوت کرے پھر اگلے قدم پر ترجمہ پڑھے۔ترجمہ پڑھنے سے آہستہ آہستہ یہ حسین تعلیم غیر محسوس طریق پر دماغ میں بیٹھنی شروع ہو جاتی ہے۔"

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں ص:۱۱۲)

رمضان میں قرآن کا کم از کم ایک دور کریں:

رمضان اور تلاوت قرآن کریم کے ضمن میں حضور انور ایدہ اللہ ودود فرماتے ہیں:

"قرآن کریم بھی رمضان میں ہر ایک کو کم از کم ایک دور مکمل کرنا چاہئے۔" (خطبات مسرور جلد اول ص ۴۱۷)

پھر فرمایا:۔

"تو جس قدر استطاعت ہے اس پر غور کرتا رہے۔اس لئے قرآن شریف زیادہ پڑھنا چاہئے اور اس کی حسین تعلیم پر عمل کرنا چاہئے۔اس سے حصہ لینا چاہئے۔**بہرحال رمضان اور قرآن کی ایک خاص نسبت** ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جبریلؑ ہر رمضان میں جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر اسے دہراتے تھے۔اس لئے بھی ان دنوں میں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور درسوں میں شامل ہونے کی طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ اس کا ادراک پیدا ہو، اس کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو، معرفت حاصل ہو"۔

(خطبات مسرور جلد اول ص:۴۴۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک میں خاص طور پر تلاوت قرآن کریم کا اہتمام اپنے گھروں میں کرنے کی توفیق دے اور سب سے بڑھ کر اس پر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے جو کہ تلاوت قرآن کریم کا اصل مقصد ہے۔مضمون کے آخر پر اس دعا کا ترجمہ درج کر رہا ہوں جو دعا آنحضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو سکھائی تھی۔

"اے اللہ! اے رحمٰن! تیرے جلال اور تیرے چہرے کے نور کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تو میری آنکھوں کو اپنی کتاب کے نور سے منور کر دے اور اسے میری زبان پر رواں کر دے اور میرے دل کو اس کے لئے وسعت دے اور میرے سینے کو اس کے ساتھ کھول دے اور اس کے ساتھ میرے بدن کو دھو دے۔" (ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر ۳۴۹۳)

آمین یا ارحم الراحمین

❀❀❀❀❀

رمضان اور محاسبہ نفس

﴿حنیف احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ﴾

مادی دنیا میں جہاں ایک انسان کو احتساب اُسے اپنی غلطیوں سے محفوظ رکھ کر بہتری کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح روحانی دُنیا میں ایک مومن خود احتسابی سے اپنی گزشتہ لغزشوں سے اپنے آپ کو بچا کر لقائے باری تعالیٰ کی طرف اپنے سفر میں تیزی لاتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ مومنوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہر رات بستر پر جانے سے قبل اپنا جائزہ لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ”عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو عبادت میں لگایا یعنی اس کا احتساب کیا اور موت کے بعد پیش آنے والے امور کے لئے تیاری کی اور بیوقوف ہے وہ جو اپنے نفس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھے۔“ (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ باب ما جاء فی صفۃ الاوانی الحوض)

ویسے تو ہر مومن کو ہر لمحہ خود احتسابی کرنی چاہئے ہر قدم اُٹھاتے وقت یہ سوچنا چاہئے کہ یہ قدم اس کے لئے منفعت بخش ہے یا نقصان دہ لیکن انسان کی زندگی میں بعض ایسے مواقع آتے ہیں جو انسان کے لئے زیرو پوائنٹ کا درجہ رکھتے ہیں جہاں انسان ذرا رُک کر اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنی سمت درست کرتا ہے ان میں سے ایک رمضان کا مبارک و مقدس مہینہ ہے جس میں مومن کی روح گداز ہو کر اس کی طبیعت نیکیوں کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اسے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لینے کا موقع ملتا ہے۔ وہ نیکیاں بجالانے کے عہد و پیمان باندھتا ہے۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (بخاری کتاب الایمان باب تطوع قیام رمضان) کہ جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور اپنا احتساب کرتے ہوئے عبادت کی اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

بخاری ہی کی ایک روایت میں مَنْ قَامَ کی جگہ مَنْ صَامَ کے الفاظ ہیں کہ جس نے ایمان میں اور احتساب کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ رمضان میں احتساب کے مضمون کو آنحضور ﷺ نے اور جگہوں پر بھی بیان فرمایا ہے۔ لیکن ان میں ایک بات جو مشترک نظر آتی ہے وہ ایمان اور احتساب کا آپس میں تعلق ہے۔ آنحضور ﷺ نے احتساب کو ایمان کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ گویا کہ جہاں احتساب ایمان کے اعلیٰ معیار کے حصول کے لئے کرتا ہے۔ اللہ کے تمام احکامات اور اس کے رسول ﷺ کے بیان فرمودہ تمام فرمودات پر عمل کرتا ہے اس امر کا جائزہ لیتا ہے کہ کیا وہ رمضان کی تمام ذمہ داریوں کو باحسن طریق ادا کر رہا ہے؟ اس کی تمام برکات کو سمیٹنے کے لئے صدق دل سے تیار ہے؟ کیا وہ روزوں کا حق ادا کر رہا ہے؟ کہیں کوئی خامی یا کمی تو نہیں رہ گئی اور یوں مومن نے اپنے لئے امن کا پیغام دینا ہے۔

وہاں اس کے بندے کے ساتھ ایسا تعلق قائم کرتا ہے جس سے ایک مومن دوسرے مومن کے لئے امن کا باعث

ہو۔ اس کے ہاتھ سے کسی کو گزند نہ پہنچے کوئی تکلیف کا باعث نہ ہو اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ المومن من یامنۂ الناس کہ مومن وہ ہے جس سے دوسرے لوگ امن میں رہیں۔

رمضان میں احتساب کے حوالے سے آنحضور ﷺ کے ارشادات کی بات ہو رہی تھی۔ آنحضور ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا جو شخص رمضان میں ایمان کی حالت میں احتساب کرتے ہوئے روزے رکھتا ہے (ایک روایت میں عبادت کرتا ہے کے الفاظ ہیں) وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔ (سنن نسائی کتاب الصوم حدیث نمبر 2179-2180) ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے رکھے اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر رمضان کے فضائل کا ان کو علم ہو جائے تو یہ سارا سال ہی رمضان رہنے کی تمنا کرتے۔ (الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب کتاب الصوم باب فی فضل رمضان)

پس رمضان میں صرف روزے رکھنے یا بھوکا رہنا کافی نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ اس کے تمام ایمانی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے، صدق دل کے ساتھ اپنا محاسبہ کرتے ہوئے روزے رکھے۔ پورا ماہ صبر و شکر کے ساتھ گزارے۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے دعاؤں اور عبادت کے ساتھ رمضان کی تمام برکات کو حاصل کرے تو پھر جنت نصیب ہوتی ہے کیونکہ یہ مہینہ تو سراسر خیر و برکت کا مہینہ ہے جو رحمتوں اور فضلوں کی برسات لے کر آتا ہے۔ نئی بہاریں لاتا ہے اور اندھیروں کو نوروں نہلاتا ہے۔

اس لئے اس امر کا جائزہ لینا ہے کہ کیا رمضان میں اپنے آپ کو پہلے سے بہتر پایا۔ روزے تمام شرائط کے ساتھ رکھے۔ پنجوقتہ نماز ادا کی۔ قرآن کریم کی تلاوت کی۔ نماز تہجد ادا کی۔ درسوں میں شامل ہوئے۔ حضور انور ایدہ اللہ کا خطبہ سنا۔ ذکر الٰہی درود شریف دعاؤں اور استغفار میں وقت صرف کیا۔ کہیں دھوکہ دہی تو نہیں کی، جھوٹ تو نہیں بولا۔ خیانت سے کام تو نہیں کیا۔ اہل خانہ کے حقوق ادا کئے۔ عزیز رشتہ داروں سے پیار محبت سے ملے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے رمضان میں احتساب کے معنوں کو یوں بیان فرمایا:

جب اپنے نفس کا احتساب کرو گے کہ تم کس حالت میں ہو، روزانہ کیا تمہارا مشغلہ ہے، کیا کیا کام جو بُرے کام تھے تم نے اب رمضان میں چھوڑنے شروع کر دیئے ہیں۔ کیا کیا کام جو اچھے تھے ان کو پہلے سے زیادہ حسین کر کے تم نے ان پر عمل شروع کیا ہے اس کو احتساب کہتے ہیں...... بہت سے لوگ روزے رکھتے ہیں تو رسماً روزے رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگ روزے رکھتے ہیں لیکن پورا خدا پر ایمان نہیں ہوتا۔ جب بھی رمضان ختم ہوتا ہے تو واپس انہی پہلی منفی حالتوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور خدا کے بغیر جو ان کی زندگی ہے وہ از سر نو پھر سے شروع ہو جاتی ہے۔ اِدھر رمضان ختم ہوا اُدھر پرانی زندگی لوٹ آئی...... سب سے پہلے اپنی نیتوں کو پرکھ کر دیکھیں اور غور کریں کہ واقعۃً اللہ تعالیٰ پر ایمان کے نتیجہ میں روزہ ہے تو ایمان کے تقاضے بھی پورے کرتے ہیں کہ نہیں۔ وہ ایمان جو فرضی ہو جس میں تقاضے پورے نہ کئے جائیں اس ایمان کا فائدہ کیا اور ایمان کے تقاضے پورے کرنے کے لئے احتساب ضروری ہے۔ اسی لئے ایماناً و احتساباً کے دو

لفظوں کو اکٹھا جوڑ دیا گیا ہے اور مضمون کو مکمل کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب میں شرک کے حوالے سے اس مضمون کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔احتساب یہ کریں کہ کوئی بھی شرک کا پہلو آپ کی اس نیکی میں باقی نہ رہے اور شرک کے تو پہلو آئے دن داخل ہوتے ہی رہتے ہیں اور آدمی سوچتا بھی نہیں کہ چھوٹی سی بات ہے لیکن اس میں ایک شرک کا پہلو تھا۔جو شخص اللہ کی خاطر روزے رکھتا ہے اور روزانہ یہ حساب کرتا ہے کہ میرا وزن کتنا کم ہوا ہے اور کچھ چربی گھٹی ہے کہ نہیں گھٹی وہ روزے کے اندر اپنے وزن کے گرانے کی ملونی بھی داخل کر لیتا ہے اور بظاہر بطور گناہ اس کو احساس بھی نہیں ہوتا۔۔۔۔تو اس پہلو سے آپ اپنے رمضان کا جائزہ لیں اور اپنے گردوپیش بھی نظر رکھتے ہوئے اپنے اہل وعیال کے رمضان کا بھی جائزہ لیتے رہیں۔اپنے دوستوں، احباب کے رمضان کا بھی جائزہ لیتے رہیں اور منفی تنقید کی خاطر نہیں بلکہ مثبت رنگ میں، اچھے رنگ میں ان کو رمضان کے فوائد سمجھانے کی خاطر ان کے سامنے یہ باتیں پیش کیا کریں اور اپنے گھر میں ان باتوں پر غور کی عادت ڈالیں''۔ (روزنامہ الفضل ۲۹ر دسمبر ۱۹۹۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے رمضان اور احتساب کے مضمون کو مختلف مواقع پر بیان فرمایا ہے ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں:۔

''اپنے روزوں کے معیار کو دیکھنا اور تقویٰ کی طرف قدم بڑھنے کا تبھی پتا چلے گا جب اپنا محاسبہ کر رہے ہوں گے۔ دوسرے کے عیب نہیں تلاش کر رہے ہوں گے بلکہ اپنے عیب اور کمزوریاں تلاش کر رہے ہوں گے۔یہ دیکھ رہے ہوں گے کہ آج میں نے کتنی نیکیاں کی ہیں یا کرنے کی کوشش کی ہے۔اور کتنی برائیاں ترک کی ہیں، کتنی برائیاں چھوڑی ہیں''۔

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 602-601)

پھر ایک موقع پر فرمایا:۔

''حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں رکھے اور اپنا محاسبہ نفس کرتے ہوئے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ رمضان کی کیا کیا فضیلتیں ہیں تو تم ضرور اس بات کے خواہشمند ہوتے کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔تو یہاں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں۔پہلی یہ کہ ایمان کی حالت اور دوسری ہے محاسبۂ نفس۔اب روزوں میں ہر شخص کو اپنے نفس کا بھی محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔دیکھتے رہنا چاہئے کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اس میں مَیں جائزہ لوں کہ میرے میں کیا کیا برائیاں ہیں، ان کا جائزہ لوں۔ان میں سے کون کون سی برائیاں ہیں جو مَیں آسانی سے چھوڑ سکتا ہوں ان کو چھوڑوں۔کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں نہیں کر سکتا یا مَیں نہیں کر رہا۔اور کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں اختیار کرنے کی کوشش کروں۔تو اگر ہر شخص ایک دو نیکیاں اختیار کرنے کی کوشش کرے اور ایک دو برائیاں چھوڑنے کی کوشش کرے اور اس پر پھر قائم رہے تو سمجھیں کہ آپ نے رمضان کی برکات سے ایک بہت بڑی برکت سے فائدہ اٹھالیا''۔

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 418)

☆☆☆☆

قرآن کریم اور نظریہ لاشعور

﴿مکرم محمود احمد اشرف صاحب نائب مدیر انصاراللہ﴾

لاشعور علم نفسیات کی ایک اصطلاح ہے۔جس سے مراد ہماری وہ خواہشات، رجحانات، **خیالات** اور **یادیں** وغیرہ ہیں جو ہمارے شعور کی آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں۔کیا قرآن کریم کسی ایسے تصور کی تصدیق کرتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو **لاشعور** کے متعلق وہ ہمیں کیا اصولی رہنمائی فراہم کرتا ہے اور علم نفسیات میں **لاشعور** کے متعلق **تصورات** کس حد تک قرآن کریم سے ہم آہنگ ہیں؟ اس نوعیت کے تمام **سوالات** کا جواب قرآن کریم سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ اول تو قرآن کریم **لامتناہی علوم** کا سرچشمہ ہے۔دوسرے یہ کہ **صفات باری تعالیٰ** کے بیان کے بعد نفس انسانی قرآن کریم کا ایک بہت بڑا موضوع ہے۔اس لیے انسانی **نفسیات** کے موضوع پر بے انتہا مواد قرآن کریم میں موجود ہے۔نئی **تحقیقات** کے لیے کئی شعبے موجود ہیں اوران کے لیے رہنمائی میسر ہے۔

اس مختصر مضمون میں ہم صرف **لاشعور** کے متعلق اس نکتہ نظر سے کچھ **بات** کریں گے۔لیکن اس سلسلے میں قرآن کریم سے کوئی رہنمائی حاصل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ **لاشعور** کے متعلق علم **نفسیات** کے حوالے سے کچھ تفصیلی تعارف حاصل کیا جائے کیونکہ **لاشعور** کا لفظ بہر حال قرآن کریم نے استعمال نہیں فرمایا۔دیکھنا صرف یہ ہے کہ ماہرین **نفسیات لاشعور** کی جو تشریح کرتے ہیں اس کا قرآن کریم سے کس حد تک کوئی ربط ہے اوراس موضوع پر قرآن سے ہمیں کیا رہنمائی مل سکتی ہے۔ہم یہ جانتے ہیں کہ دماغ کے افعال کو ذہن کہا جاتا ہے۔دماغ کے ان افعال سے مراد ہمارا ادراک، احساس ارادہ اور عمل سب کچھ ہوتا ہے۔ماہرین **نفسیات** کے نزدیک انسانی ذہن کے دو بڑے حصے ہیں۔ایک شعور اور دوسرا **لاشعور**۔شعور سے مراد اس کے وہ تمام ذہنی افعال ہیں جن سے انسان باخبر ہو۔انسانی ذہن میں **خیالات** اور مختلف نوعیت کے **تجربات** کی بے شمار یادیں مرتسم ہوتی ہیں۔ان میں سے اکثر ہر وقت اسے یاد نہیں ہوتیں بلکہ ضرورت پڑنے پر وہ انہیں یاد کرتا ہے۔سوال یہ ہے کہ جب یہ یادیں مستحضر نہیں تھیں یا دوسرے لفظوں میں اس کے شعور میں نہیں تھیں تو کہاں تھیں۔ماہرین **نفسیات** کے نزدیک یہ تمام مخفی یادیں **تحت الشعور** یا **لاشعور** کا حصہ تھیں۔**تحت الشعور** میں پوشیدہ یادوں کو معمولی کوشش سے شعور میں **لایا** جاسکتا ہے۔لیکن **لاشعور** میں ڈوبی ہوئی یادوں کو شعور کی سطح تک لے کر آنا با آسانی ممکن نہیں ہوتا۔**لاشعوری** یادوں کو اپنی مرضی سے شعور میں نہیں **لایا** جاسکتا ہے بلکہ انہیں بعض مخصوص طریقوں کی مدد سے ہی شعور میں **لایا** جاسکتا ہے۔بنیادی انسانی جبلتیں بھی **لاشعور** کا حصہ ہیں۔وہ خواہشات جن کی تکمیل نہیں ہوسکی بطور خاص **لاشعور** میں دھکیل دی جاتی ہیں۔ورثہ میں ملنے والے **رجحانات** بھی **لاشعور** میں شامل ہیں۔عادت کی پختگی کا تعلق بھی **لاشعور** سے ہے۔یعنی عادت کی تشکیل کا آغاز شعوری کوشش سے ہوتا ہے۔بار بار ایک کام کرنے سے عادت یا مہارت حاصل ہوجاتی ہے اور ایک پختہ عادت شعور سے زیادہ **لاشعور** سے تعلق رکھتی ہے۔**لاشعور** کے نقوش دائمی ہوتے ہیں۔ماہرین اس کو ایک سادہ سی مثال کے ذریعہ بیان کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جس نے تیرنا یا

سائیکل چلانا سیکھ لیا ہے وہ اب اگر چاہے بھی تو تیرنا یا سائیکل چلانا بھول نہیں سکتا۔ پس لاشعور کی دنیا بڑی دلچسپ اور وسیع ہے۔ انسانی ذہن کو اگر سمندر سے تشبیہ دی جائے تو شعور سمندر کی سطح ہے جو ہمیں دکھائی دے رہی ہے اور لاشعور اسی سمندر کی وہ اتھاہ گہرائیاں ہیں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ ماہرین نفسیات کے نزدیک لاشعور کی دنیا کے قوانین ہی مختلف ہیں۔ یہاں عقل کی حکمرانی نہیں بلکہ جذبات کا راج ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لاشعور شعور کی اطاعت نہیں کرتا بلکہ شعور لاشعور کے تابع ہوتا ہے۔ لاشعور انسان کے طرزِ عمل اور اس کی شخصیت پر گہرے اثرات رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ماہرین نفسیات کے نزدیک انسان اپنے لاشعور کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی مانند ہے۔

ایسے ماہرین نفسیات بھی گزرے ہیں جنھوں نے کہا کہ ذہنی افعال صرف شعوری ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک لاشعور کی اصطلاح اتنی ہی بے معنی ہے جیسے ہم خاموش آواز یا غیر محسوس درد کے الفاظ استعمال کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ دراصل شعور کے ہی کچھ حصے ہوتے ہیں جو مختلف کام سرانجام دیتے ہیں۔ بعض ماہرین نے یہ کہا کہ شعور کے درجے ہیں جن کا تعلق اس میں موجود خواہشات، خیالات، وغیرہ کی شدت سے ہے۔ بعض یادیں واضح ہیں بعض غیر واضح اور مبہم ہیں وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ انہوں نے لاشعور کا انکار کیا۔ جو دراصل لاشعور کی اس اصطلاح یعنی لفظ کا انکار معلوم ہوتا ہے۔ فرائیڈ نے لاشعور کی جو خصوصیات بیان کیں بعض دیگر ماہرین نفسیات نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ ہم اس مضمون میں لاشعور کا لفظ صرف فرائیڈ کے بیان کردہ معانی میں استعمال نہیں کر رہے بلکہ وسیع معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔

مختلف ماہرین نفسیات لاشعور کی مختلف تشریحات کرتے ہیں لیکن بہر حال لاشعور کا موجود ہونا ایک ایسا امر ہے جو پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ لاشعور کی بنیاد دراصل یادداشت ہے۔ اور یادداشت کی جسمانی یعنی فزیولوجیکل بنیاد تجربات سے ثابت ہو چکی ہے۔ اول اس طرح کہ دماغ کے بعض حصوں کو جب براہ راست چھو کر تحریک دی گئی تو بہت پرانی فراموش شدہ یادیں جو دراصل لاشعور کا حصہ تھیں واپس آ گئیں۔ دوسرا ثبوت اس امر کا یہ ہے کہ دماغ کے بعض حصوں کو نکالنے سے بعض یادداشتیں کلیۃً ختم ہو گئیں۔ تیسرے یہ کہ تجربات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دماغ کے بعض حصوں میں خون کی زیادہ فراہمی سے شعوری افعال کی نسبت لاشعوری افعال میں تیزی آ گئی یا بعض اور حصوں کو خون کی زیادہ فراہمی کا نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ یہ وہ شواہد ہیں جن کی وجہ سے لاشعور کا وجود ایک حقیقت بن جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ لاشعور کا کوئی تصور قرآن کریم سے بھی ہمیں ملتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم ایک عمومی اصول کے طور پر انسانی نفسیات کی یہ حقیقت نہ صرف بیان فرماتا ہے بلکہ اس کو بے حد اہمیت دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ (الطور:۲۲) ترجمہ: ہر شخص اپنے کمائے ہوئے کا رہین ہے۔ آیت کے معنی بالکل واضح ہیں۔ مفسرین نے عربی لفظ رھین کا ترجمہ گرفتار بھی کیا ہے۔ یعنی ہر انسان اپنے اعمال کے اس قدر زیر اثر ہے کہ وہ ان کے پنجے میں گرفتار ہے۔ اس کا ایک واضح مطلب یہ بھی ہے کہ عادات انسان کو جکڑ لیتی ہیں۔ وہ ان کا غلام بن جاتا ہے۔ پس قرآن کریم سے یہ امر پوری طرح ثابت ہے کہ انسان کے اعمال کے گہرے پوشیدہ اثرات ہوتے ہیں جو

دائمی اثر رکھتے ہیں اور انسان ان اثرات میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ گویا گرفتار ہے۔ یہ اثرات کس طرح اور کس شکل میں محفوظ ہوتے ہیں یہ تحقیق کا ایک وسیع میدان ہے۔جس پر بہت کام ہو بھی چکا ہے۔ماہرین کہتے ہیں کہ عادات دماغ میں موجود خلیات کے مابین مستقل روابط قائم ہونے کا نام ہے۔

بہر حال قرآن کریم نے چند الفاظ میں یہاں یہ عظیم حقیقت نہ صرف بیان فرمادی ہے بلکہ ان چند الفاظ میں ماہرین نفسیات کے لیے ایک پہلو پر نئی تحقیق کے لیے رہنمائی بھی موجود ہے۔قرآن کریم نے یہاں اور دیگر متعدد مقامات پر کسب کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔جس کے معنی شعوری اعمال کے کیے جاسکتے ہیں۔یعنی وہ کام جو انسان اپنی آزاد مرضی سے جانتے بوجھتے ہوئے کرتا ہے۔مذکورہ بالا آیت میں ایسے ہی اعمال کا ذکر ہے۔ظاہر ہے کہ انسان پر اپنے ماحول اور دیگر تجربات کے اثرات بھی ہوتے ہیں۔تاہم مذکورہ بالا آیت بطور خاص شعوری اعمال کے گہرے اثرات کی طرف ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔قرآن کریم نے جزا سزا کو بھی بطور خاص کسب کے ساتھ وابستہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعمال جو انسان اپنی مرضی،نیت،ارادے کے ساتھ جانتے بوجھتے ہوئے کرتا ہے ان کے اثرات زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔لاشعور کی تشکیل کے متعلق ماہرین نفسیات نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن میرے محدود مطالعہ میں ایسا کوئی فرق جو ماہرین نفسیات نے بیان کیا ہو نہیں آیا ہے۔بہر حال انسانی اعمال کے گہرے اور دائمی اثرات کو قرآن کریم نے ایک عمومی اصول کے طور پر مذکورہ بالا آیت میں بیان فرمایا ہے۔لیکن کیا قرآن کریم نے صرف اسی قدر بات پر ہی اکتفا فرمایا ہے۔ہرگز نہیں بلکہ متعدد آیات میں نہ صرف اس حقیقت کو بیان فرمایا بلکہ اس کا اخروی زندگی سے گہرا تعلق بھی بیان فرمایا ہے۔یعنی فرمایا کہ انسانی اعمال کے یہی پوشیدہ اثرات ہونگے جو قیامت کے روز کھلے کھلے نظر آئیں گے اور انسانی اعضاء گواہی دیں گے ان اعمال کی جو وہ کیا کرتے تھے۔اور اسی کو دراصل انسان کا اعمال نامہ قرار دیا گیا ہے۔یہ کوئی سرسری سا مضمون نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کا بنیادی فلسفہ حیات ہی یہ ہے۔چنانچہ زیر بحث مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے قرآن کریم ایک اور آیت میں فرماتا ہے:

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا (بنی اسرائیل:۱۴)

ترجمہ: اور ہر انسان کا اعمال نامہ ہم نے اس کی گردن سے چمٹا دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے اسے ایک ایسی کتاب کی صورت میں نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یعنی ہم نے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اس کی گردن سے باندھ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دن ظاہر کریں گے اور ایک کھلے کھلے اعمال نامہ کی شکل پر دکھلائیں گے۔اس آیت میں جو طائر کا لفظ ہے تو واضح ہو کہ طائر اصل میں پرندہ کو کہتے ہیں۔پھر استعارہ کے طور پر اس سے مراد عمل بھی لیا گیا ہے۔کیونکہ ہر ایک عمل نیک ہو یا بد ہو وہ وقوع کے بعد پرندہ کی طرح پرواز کر جاتا ہے اور مشقت یا لذت اس کی کالعدم ہو جاتی ہے اور دل پر اس کی کثافت یا لطافت باقی رہ جاتی ہے۔**یہ قرآنی اصول ہے کہ ہر ایک عمل پوشیدہ طور پر اپنے نقوش جماتا رہتا ہے۔** جس طور کا انسان کا فعل ہوتا

ہے اس کے مناسب حال ایک خدا تعالیٰ کا فعل صادر ہوتا ہے اور وہ فعل اس گناہ کو یا نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا بلکہ اس کے نقوش دل پر، منہ پر، آنکھوں پر پیروں پر لکھے جاتے ہیں۔ اور یہی پوشیدہ طور پر ایک اعمال نامہ ہے جو دوسری زندگی میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گا''۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد نمبر ۱۰ص ۴۰۱)

اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''عمل کے لیے جو طائر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جیسے طائر اڑ جاتا ہے اور نظر نہیں آتا ویسے ہی انسان اپنے عمل کو بھول جاتا ہے بلکہ دوسرے لوگ بھی بھول جاتے ہیں لیکن یہ طائر وہ ہے جو ایک رسی سے انسان کی گردن سے بندھا ہوا ہے۔ اس لئے گو وہ اڑ جائے اور نظر نہ آئے مگر اس سے تعلق انسان کا نہیں ٹوٹتا۔ ایک نہ ایک دن اس کے نتائج ظاہر ہو کر ہی رہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۳۱۱)

قرآن کریم کی اس آیت کے مضمون کو سمجھنے کے بعد ہم اس سے مندرجہ ذیل نتائج با آسانی اخذ کر سکتے ہیں۔

۱۔ ہر انسانی عمل کا اسکے دل و دماغ پر لازماً ایک اثر مترتب ہوتا ہے۔ ۲۔ یہ اثر دائمی ہوتا ہے۔ ۳۔ انسان اپنے عمل کو بھول بھی جائے تب بھی یہ اثر باقی رہتا ہے۔ ۴۔ انسان اپنے عمل کے اثرات کو بالعموم دیکھ نہیں رہا ہوتا بلکہ یہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ ۵۔ عمل کے یہی اثرات خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس طرح ظاہر کر دے گا کہ وہ کھلے کھلے نظر آئیں گے۔ انہیں کو انسان کا اعمال نامہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی اس مذکورہ بالا آیت اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود کی بیان کردہ تفسیر سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ لاشعور کا تصور اور نظریہ یہ نام کی حد تک تو نیا ہو سکتا ہے مگر اس کے اندر جو بنیادی حقیقت پائی جاتی ہے وہ ہرگز نئی نہیں ہے بلکہ قرآن کریم میں چودہ سو سال سے زائد عرصہ سے موجود ہے۔ لیکن یہ پھر یاد رہے کہ لاشعور قرآن کریم کی اصطلاح نہیں ہے۔ اس لیے یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ قرآن کریم نے لاشعور کی اس اصطلاح میں مضمر تمام تصورات کی تصدیق کر دی ہے۔ تاہم قرآن کریم تحقیق کے نئے راستوں کی طرف ہماری رہنمائی ضرور کر رہا ہے۔ جیسا کہ دیگر قرآنی آیات میں مذکور ہے کہ اعمال کے اثرات اور ان کے نقوش دیگر اعضاء مثلاً منہ، آنکھوں، پیروں پر بھی لکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت میں فِيْ عُنُقِهٖ یعنی اس کی گردن میں کے الفاظ بھی بہت گہرے معانی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یہ محض محاورۃً کہا گیا ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ گردن سے ریڑھ کی ہڈی کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ غیر ارادی افعال کا گہرا تعلق ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ہے۔ بہر حال اس کی تفصیل میں جانا اس تعارفی مضمون میں مشکل ہے۔ یہاں صرف یہی بیان کرنا مقصود ہے کہ قرآن کریم تحقیق کے نئے سے نئے راستوں کی طرف رہنمائی کر رہا ہے جس سے کماحقہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

کیا لاشعور انسان کی نظر سے بالکل مخفی ہوتا ہے؟ ماہرین نفسیات کے نزدیک لاشعور شعور سے مخفی ہوتا ہے اور عام حالات میں لاشعور تک شعور کو رسائی نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ بات آسانی سے کہی جا سکتی ہے کہ انسان عام حالات میں اپنے لاشعور کو دیکھ نہیں رہا ہوتا اور ہم نے دیکھا کہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۴ بھی اس حقیقت کی جزوی

طور پر تصدیق کر رہی ہے۔ جہاں قرآن کریم یہ فرما رہا ہے کہ انسانی اعمال کے اثرات قیامت کے دن کھلے کھلے نظر آئیں گے۔ جس سے یہ معنی اخذ کیے جا سکتے ہیں کہ اس دنیا میں وہ کسی حد تک پوشیدہ ہو سکتے ہیں یا ہوتے ہیں۔ تاہم اس سلسلے میں ایک اور آیت کی طرف ہماری توجہ مبذول ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ وَّلَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ (القیامۃ: ۱۵،۱۶) جس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے نفس کو دیکھ رہا ہوتا ہے خواہ وہ کتنے ہی عذر پیش کرے۔ یہ امر اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ تصور کہ لاشعور انسانی نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے قرآن کریم کی رو سے جزوی طور پر درست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہاں قرآن کریم واضح طور پر اس بصیرت کا ذکر فرما رہا ہے جو انسان کو اپنے نفس کے متعلق حاصل ہوتی ہے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہاں کس بصیرت کا ذکر ہو رہا ہے۔

اس آیت میں عَلٰی نَفۡسِہٖ کے الفاظ ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کے یہ معنی بھی کیے گئے ہیں کہ انسان اپنے نفس کے خلاف گواہ ہے۔ یعنی نفس جب کوئی گناہ کرتا ہے تو انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ گناہ کر رہا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔ اس حدیث سے واضح طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس بات کی معرفت ہر انسان کو دی گئی ہے کہ انسان کے لیے کیا بات گناہ ہے۔ جیسا کہ دیگر قرآنی آیات سے بھی یہ بات واضح ہے۔ پس اس آیت میں بھی اول طور پر نفس کی اس بصیرت کا ذکر ہے جو انسان کو گناہ پر متنبہ کرنے کے لیے دی گئی ہے۔ جبکہ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۴ میں نیک اور بد اعمال کے پوشیدہ اثرات کا ذکر ہے۔

لاشعور کی دریافت اور مذہب پر ایک حملہ: یہاں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں جب فرائیڈ نے اپنے مخصوص انداز میں لاشعور کا تصور پیش کیا تو کہا گیا کہ اس سے مذہب کی بنیادیں ہل گئی ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ تھا کہ لاشعور کی دریافت کے نتیجے میں مذہب کا بنیادی فلسفہ ہی رد ہو جاتا ہے۔ مذہب یہ کہتا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو نیک اعمال بجا لائے اور چاہے تو بد اعمال کرے۔ لیکن لاشعور کی دریافت سے معلوم ہوا کہ انسان کو نیکی اور بدی کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ وہ مجبور ہے۔ ان کے نزدیک لاشعور اس قدر طاقتور ہے کہ وہ شعور کو اپنے قابو میں کیے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ ماہرین نفسیات کے نزدیک شعور لاشعور کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہے اور جب انسان کو کوئی شعوری اختیار حاصل ہی نہیں ہے تو گویا وہ نیک اور بد کے مابین کوئی انتخاب بھی نہیں کر سکتا۔ پس وہ مجبور ہے اور مجبور کسی ثواب یا عذاب کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ یاد رہے کہ موجودہ دور میں مذہب پر جو بڑے بڑے حملے ہوئے ہیں یہ ان میں سے ایک حملہ ہے جس کے بڑے وسیع اثرات ہیں۔ جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے اس نے تو خود لاشعور کو ایک حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی روشنی میں مذکورہ بالا اعتراض کا کیا جواب ہے۔ آئیے اس کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔

کیا لاشعور کے باعث انسان مجبور ہے؟ لاشعور کے متعلق حاصل ہونے والے علم سے یہ پرانا فلسفیانہ سوال ایک بار پھر زیادہ شدت سے ابھر کر سامنے آتا ہے کہ کیا انسان اپنے عمل میں مجبور ہے یا با اختیار ہے۔ آج بھی انسانی

نفسیات کا یہ ایک بڑا مسئلہ ہے کہ انسان اپنے اعمال میں آزاد ہے یا مجبور ہے۔ علم الحیات کے ماہرین کے نزدیک انسان کی عقل اور شعور کا انحصار دماغ اور نظام عصبی پر ہے۔ اسی طرح ہم آج یہ بھی جانتے ہیں کہ انسان کی شخصیت پر جسم میں پائے جانے والے غدود اور ان کی رطوبات بے حد گہرا اثر مرتب کرتی ہیں۔ انسانی شخصیت وراثت کے زیر اثر بھی ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ نفسیات جدید کی دو اہم شاخیں کرداریت (Behaviorism) اور تجزیہ نفس (Psychoanalysis) جبریت کی مکمل تائید کرتی ہیں۔ جس کے معنی ہیں کہ انسان محض ایک مشین ہے۔ اس کا ارادہ بھی اسباب کی زنجیر میں بندھا ہوا ہے۔ تجزیہ نفس کے ماہرین کہتے ہیں کہ جس اختیار کو آپ شعور کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ بہت غیر اہم ہے۔ انسان کے اعمال کے اصل اسباب لاشعور میں دفن ہیں۔ پس ہمارا شعور چونکہ لاشعور کا غلام ہے اس لیے انسان کو دراصل کوئی آزادی حاصل نہیں ہے۔

اس سوال پر جسقدر طویل فلسفیانہ مباحث کوئی کرنا چاہے وہ کرسکتا ہے لیکن اس زمانے کے حکم وعدل کی بعثت کے بعد درحقیقت یہ مسائل بھی حل ہو چکے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان کو مکمل طور پر مجبور قرار دینا یا مکمل بااختیار قرار دینا دونوں باتیں غلط ہیں۔ حقیقت ان دونوں کے درمیان ہے۔ قرآن کریم واضح طور پر انسان کے اختیار کا ذکر فرماتا ہے مگر اس کا یہ اختیار بھی خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے تابع ہے۔ قرآن کریم کے نزدیک انسان کن معنوں میں آزاد ہے اور کن معنوں میں مجبور ہے۔ اس کی نہایت شاندار وضاحت سیدنا حضرت مصلح موعود نے تفسیر کبیر میں فرمائی ہے۔ یہ وضاحت براہ راست لاشعور کی بحث سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''نیکی اور بدی دونوں کی ابتدا انسان کے اپنے اختیار سے ہوتی ہے مگر انتہاء اضطرار پر ہوتی ہے۔ اور چونکہ ابتدا انسان کے اختیار سے ہوتی ہے اس لیے اسکی انتہا بھی اختیار کے تابع سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً جس انسان کو نماز کی پرانی عادت ہو اسے نماز کا ثواب برابر ملتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے ارادہ سے اس کی ابتداء کی ہوتی ہے۔ یہی حال بدی کا ہوتا ہے۔ انسان اسے اپنے اختیار سے شروع کرتا ہے۔ لیکن آخر میں اضطرار تک حالت پہنچ جاتی ہے اور پھر اگر وہ اس سے بچنا بھی چاہے تو بچ نہیں سکتا''۔ (تفسیر کبیر جلد دوئم صفحہ نمبر ۱۷۷) علم نفسیات کی اصطلاحات کو استعمال کریں تو یہ کہا جائے گا انسانی شعور کو ارادے کے ذریعے سے نیکی یا بدی میں انتخاب کی آزادی دی گئی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہر انسان کسی چیز کا بھی کسی کام کا بھی ارادہ کرسکتا ہے۔ پس اس حد تک وہ ضرور آزاد ہے۔ دراصل یہی آزادی اس کو ثواب یا عذاب کا مستحق بناتی ہے۔ لیکن بار بار نیکی یا بدی کرنے سے وہ عادت بن جاتی ہے۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ عادت کا تعلق لاشعور سے ہے اور لاشعور پر انسان کو کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے وہ مجبور بھی ہے۔

حاصل بحث: خلاصہ کلام یہ ہے کہ لاشعور کے تصور کی قرآن کریم نے اصولی طور پر تصدیق فرمائی ہے۔ تاہم اس تصور میں جو نقائص ہیں قرآن کریم سے رہنمائی لے کر وہ دور کیے جاسکتے ہیں۔ یہ نقائص ایسے ہیں جن کا بعض ماہرین نفسیات نے بھی ذکر کیا ہے۔ دوسری طرف قرآن کریم تحقیق کے نئے راستوں کی طرف بھی رہنمائی فرما رہا ہے۔ خدا کرے کہ احمدی ماہرین نفسیات قرآن کریم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علمی ترقیات کریں اور علم نفسیات کو پوری علمی دیانت داری کے ساتھ قرآن کریم کے تابع کرسکیں۔ یہ مضمون اسی سلسلے میں ایک حقیری کوشش ہے۔ خدا کرے کہ انسانیت علمی وفکری سطح پر بھی جلد از جلد امت واحدہ بن سکے۔ آمین

☆☆☆

سانحہ لاہور کی یاد میں

﴿مکرم حبیب الرحمٰن صاحب وزیر آباد﴾

28 مئی 2010ء کو جو واقعہ ہوا ہے اسکی وجہ سے دل میں دو دھارے بہہ رہے ہیں ایک غم کا دھارا ہے اور ایک خوشی کا۔ نہ غم چھپایا جا سکتا ہے اور نہ خوشی۔ آخر کار خدا کی رضا پر شاکر اور خدا تعالیٰ کے انعام پر ہم سب احمدی بھائی خوش ہیں۔ ہم اپنے دکھ اور درد کو اپنے مولیٰ حقیقی کے نام کرتے ہیں کہ وہ سب تدبیروں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے اور سب حساب لینے والوں میں سے بہتر حساب لینے والا ہے اور ناحق خون کرنے والوں سے ان کا بہتر حساب لینے والا ہے۔

آج ساری دنیا میں جماعت اس درد کو محسوس کر رہی ہے کہ جیسے یہ سانحہ اس کے گھر میں ہوا ہے۔ مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک ہر احمدی کی آنکھ نمناک ہے اور ہر احمدی اس درد سے بے قرار ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مومن آپس میں ایک جسم کی مانند ہوتے ہیں جب کسی جسم کے حصے میں درد ہو تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سانحہ لاہور کے شہداء نے اپنے خون کا نذرانہ دے کر ایسی داستانیں رقم کی ہیں جو تا قیامت ان کی یاد دلاتی رہیں گی۔ خون شہیدان اُمت کا اے کم نظر رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا۔ ان کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے ان پر جنت واجب کر دی۔ دانشوروں، کالم نگاروں نے کالم لکھے کہ ان احمدیوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شہیدوں کا خون بول رہا ہے۔ جماعت احمدیہ شروع سے لے کر آج تک قربانیاں دیتی آئی ہے اور جب تک خدا کی تقدیر چاہے گی ہم قربانیاں دیتے جائیں گے۔

شہادت خدا تعالیٰ کا ایک انعام ہے جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ بڑے مقدر والے یہ لوگ ہوتے ہیں جن کو یہ انعام نصیب ہوتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی جب وفات ہونے لگی تو آپ زار و قطار رو رہے تھے۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ اس قدر رو رہے ہیں آپ نے جسم سے لباس اُٹھا کر زخم دیکھنے کو کہا۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان زخموں کو دیکھا جو بہت گہرے تھے جن کو دیکھ کر خوف آتا تھا آپ فرماتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ میں شہید ہوتا لیکن وہ مجھے نصیب نہیں ہوئی۔ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں صحابہؓ نے آپ کو بہت تسلیاں دی کہ آپ نے آنحضورؐ کے ساتھ مل کر جنگیں لڑیں خدا آپ سے بخشش کا سلوک کرے گا۔ لیکن آپ کی خواہش شہادت پوری نہ ہو سکی۔

میں ان تمام ماؤں سے جن کے پیارے بیٹے شہید ہوئے، وہ بہنیں جن کے پیارے بھائی، وہ باپ جن کے پیارے بیٹے، وہ بیویاں جن کے خاوند شہید ہوئے۔ میں ان تمام ماؤں سے بہنوں سے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ آپ خوش قسمت لوگ ہیں۔ جن کو شہید کی ماں شہید کی بہن شہید کا بھائی شہید کا بیٹا اور شہید کا باپ ہونے کا اعزاز ملا ہے۔ یہ بھی یقینی

بات ہے کہ یہ لوگ اس بات کا حق رکھتے ہیں ان کو شہید کا درجہ ملا۔ ہر شہید احمدی کا تقویٰ کا معیار اس قدر بلند ہے۔ اپنے بھی بیگانے بھی مخالفت کے باوجود کہہ رہے ہیں کہ یہ آدمی نہیں فرشتے تھے۔

28 مئی 2010ء کو لاہور شہر کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ 86 افراد نے توحید کا اقرار اور درود پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش فرما کر اپنے خون سے گلشن احمدیت کی آبیاری کی اور ایک نئی تاریخ رقم کی۔ اب یہ بات یقینی ہے کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر جماعت احمدیہ پر افضال کی بارش کرنے والی ہے کیونکہ سوا سو سال کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی جماعت کو دبایا گیا، ناحق خون کیا گیا۔ جماعت کی ترقی کی راہیں کشادہ ہوئی اور جماعت بڑی سرعت سے آگے بڑھی ہے۔ اور کوئی دنیا کی طاقت اس راہ میں حائل نہیں ہوسکی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس جماعت کو غالب کرے گا کیونکہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ یہ بڑھے گا اور پھولے گا کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

پس شہدائے احمدیت ہم آپ کی عظمتوں کو سلام کرتے ہیں کیونکہ آپ نے مرنے سے قبل توحید کا اقرار کیا اور درود شریف پڑھا اور آخری دم تک بھی حضرت محمد ﷺ سے چمٹے رہے یہ اس بات کا اظہار ہے کہ ہر احمدی اپنی جان کا نذرانہ توحید اور درود شریف کی صورت میں ہمیشہ پیش کرتا رہے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ جماعت کو تمام برکات حضرت محمد ﷺ سے ملی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے شہید بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے اور زخمی بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے کی توفیق دے۔ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مضمون نگار احباب سے گزارش

○ رسالہ انصار اللہ کے محدود صفحات کے پیش نظر اپنے مضامین مختصر مگر جامع، علمی، تحقیقی اور تربیتی موضوعات پر بھجوائیں۔ ○ مضامین میں حوالہ جات مکمل دیں بغیر حوالہ جات کے مضمون شائع نہ ہو سکے گا۔ ○ اصل مضمون ماہنامہ کو بھجوائیں۔ فوٹو سٹیٹ شائع نہ ہوگا۔ ○ مضامین فل سکیپ کاغذ کے ایک طرف بائیں طرف حاشیہ چھوڑ کر خوشخط تحریر کریں ورنہ اشاعت میں تاخیر ہوگی۔ بہتر ہوگا کہ مضمون کمپوز کروا کر بھیجا جائے اور Soft کاپی ای میل کر دیں ○ ادارہ قارئین کے تنقید و تبصرہ اور تجاویز و آراء کو خوش دلی سے قبول کرتا ہے۔ معیار کی مزید بہتری کے لئے اپنی تجاویز ارسال کرتے رہیں۔ مضمون مع ایڈریس اور فون نمبر بھجوائیں۔ (ایڈیٹر)

(ansarullahpakistan@gmail.com)

نعت

چمن میں ذکرِ محمدؐ سے یوں بہار آئے
کہ جیسے پھولوں پہ شبنم سے پھر نکھار آئے
نظر جب آپؐ کا نور آیا چاند تاروں کو
تو آسمان پہ راتوں کو شرمسار آئے
ہیں آپؐ جن کو ملا ہے مقامِ محمودی
وگرنہ دنیا میں مُرسل تو بے شمار آئے
ستارے بن گئے روحانی آسماں کے تمام
کبھی جو آپؐ کی صحبت میں دن گزار آئے
ہوئے تھے دنیا سے بے دل خدا کو دل دے کر
رہی تھی جان تو وہ بھی خدا پہ وار آئے
عجب سماں تھا کہ جس رات آسمانوں پہ
تجلّی دیکھنے نبیوں کے تاجدار آئے
دُرود پڑھنے سے بے چینیوں کے عالم میں
دلِ حزین پریشان کو قرار آئے
جمی ہے محفلِ ذکرِ رسول اے طاہرؔ
دعا یہی ہے کہ موقع یہ باربار آئے

﴿طاہر محمود احمد﴾

حق و باطل کا بپا ہے معرکہ

﴿تضمین﴾

حق و باطل کا بپا ہے معرکہ
یہ زمین جیسے ہوئی ہے کربلا
کوفیوں اور شامیوں کے درمیاں
خیمہ زن ہے مختصر سا قافلہ
بچے بوڑھے نوجواں ہیں خنداں زن
خوف تک جن کو نہیں ہے موت کا
شمر کو شبیر کا اب بھی ہے خوف
کر نہیں سکتا وہ اب بھی سامنا
ان کے قبضے میں سہی آبِ فرات
پیاس کی دولت ہمارا حوصلہ
تو بخش ہمارے قدموں کو ثبات
تیرے در پر ہیں جھکے رب الوریٰ
نام قدسیؔ کا وفاداروں میں ہو
جب کبھی ہو صادقوں کا تذکرہ
"صادق آں باشد کہ ایام بلا
مے گزارد بامحبت با وفا"

﴿عبدالکریم قدسی﴾

❀❀❀

ماہنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت

جن خریداران کو چندہ ماہنامہ انصار اللہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ان سے درخواست ہے کہ اپنے چندہ کی جلد ادائیگی فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

مینیجر ماہنامہ انصار اللہ

جلسہ سالانہ جرمنی 2010ء

﴿رپورٹ مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب﴾

جماعت احمدیہ جرمنی کا 35واں سالانہ جلسہ 25 تا 27/ جون 2010ء کو من ہائم جرمنی میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے بنفس نفیس شمولیت فرمائی۔ 50 ممالک کے 25 ہزار سے زائد احباب جماعت اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ جلسہ کی تمام کارروائی ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ذریعہ لائیو کاسٹ کی گئی جسے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیوں نے دیکھا۔ مورخہ 25/ جون 2010ء کو نماز جمعہ سے پہلے حضور انور نے جلسہ گاہ کے قریب پرچم کشائی کی اور اجتماعی دعا کروائی۔ حضور انور کے خطبہ جمعہ کے ذریعہ اس جلسہ کا افتتاح ہوا۔ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ میرے اس خطبہ سے شروع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس جلسے کو بابرکت فرمائے جلسہ سالانہ کے مقاصد میں سے خاص طور پر بیعت کی حقیقت کو سمجھ کر ایمان و یقین میں ترقی کرنے، اللہ اور رسول کی محبت تمام محبتوں پر حاوی کرنے، نیکیوں میں ترقی کرنے، آپس میں پیار اور محبت اور بھائی چارے کا تعلق قائم کرنے کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں جن کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ کا انعقاد فرمایا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ خاص طور پر پاکستانی احمدیوں کے لئے بہت دعا کریں وہاں آج کل جماعت پر حالات تنگ کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کے احمدیوں کو ثبات قدم عطا فرمائے، ایمان مضبوط رکھے، ان کی قربانیوں کو قبول فرماتے ہوئے خارق عادت طور پر نشان دکھائے۔ حضور انور نے جلسہ سالانہ کے بارہ میں بعض انتظامی امور کی طرف توجہ دلائی اور شاملین جلسہ کو ڈیوٹی پر مامور کارکنان سے مکمل تعاون کرنے کی تاکید فرمائی کہ جلسہ کے لئے بنائے گئے اصول و قواعد کی پابندی کی جائے۔ اس کے بعد حضور انور نے سانحہ لاہور 28/ مئی 2010ء کے شہدائے احمدیت کے ایمان افروز حالات و واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر ہماری سوچوں کے نئے راستے متعین کر دیئے

مورخہ 26/ جون 2010ء سہ پہر تین بجے حضور انور نے خواتین سے خطاب فرمایا۔ حضور انور نے سورہ توبہ کی آیت 72 کی تلاوت فرمائی اور جنت کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جنت ایک ایسا لفظ ہے جو ہر انسان کو بڑا خوبصورت لگتا ہے۔ چاہے وہ خدا کو مانتا ہے یا نہیں مانتا۔ کسی کے لئے دنیا کی لہو و لعب، کھیل کود اور یہ زندگی جنت ہے تو کوئی

دنیا و آخرت کی جنت کی تلاش میں ہے۔لیکن مومن اور غیر مومن میں دنیاوی جنت کی تعریف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔مومن کی اس دنیا کی جنت خدا تعالیٰ کی رضا میں ہے اور غیر مومن کا اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں نیز فرمایا اپنی اولادوں کو برائیوں سے پاک کرنے سے پہلے ہر مرد اور عورت پہلے اپنا جائزہ لے۔ہم نے صرف خود ہی جنت نہیں حاصل کرنی بلکہ دنیا کو بھی اس کے راستے دکھانے ہیں پس اگر آج ہر احمدی مرد اور عورت اس سوچ کو اپنے دل میں راسخ کرے تو ساری دنیا میں انقلاب برپا ہوسکتا ہے پس آپ عورتوں کی اس حوالے سے بہت بڑی ذمہ داری ہے جن کی گودوں میں بچے تربیت حاصل کرتے ہیں۔

27رجون 2010ءکو اختتامی خطاب فرمایا جس میں حضور نے فرمایا کہ گزشتہ دنوں پاکستان لاہور میں احمدیوں کے خلاف نماز جمعہ کے دوران ظالمانہ سفاکانہ کارروائی کی گئی۔سترہ اٹھارہ برس کے بچے سے لے کر بانوے ترانوے سال تک کے بوڑھے کو سفاکی کی بدترین مثال قائم کرتے ہوئے راہ مولیٰ میں قربان کردیا۔میں اپنے سب غم اور اپنی ساری پریشانی کی فریاد اللہ کے حضور کرتا ہوں جو مضطر کی دعائیں سنتا ہے۔ہم علیٰ وجہ البصیرت اس بات پر قائم ہیں کہ ہم آزمائے جاتے ہیں یہ عذاب نہیں ہوتا بلکہ جب بھی آزمائے گئے ایمانوں کو تقویت ملی۔احمدی ہمیشہ دعاؤں کی طرف راغب ہوئے اور خدا تعالیٰ احمدیوں کی مضطربانہ دعا کو قبول فرماتے ہوئے احمدیت کے قافلے کو کامیابی کی طرف رواں دواں کردیتا ہے اور ہر ابتلاء کے بعد احمدیت نے مزید ترقیات کیں۔اپنے خطاب کے آخر میں دعائیہ رنگ میں حضور انور نے فرمایا:۔اے اللہ اپنے پیاروں کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو پورا کر۔ہمارے گناہوں کو معاف کر۔ہمیں اپنی رحمت کی آغوش میں لے لے۔کوئی امتحان کوئی ابتلا ہمارے ایمانوں کو کمزور نہ کرے۔ہمیں ہر شر سے بچا۔ہمیں فتح اور غلبہ عطا فرما‘‘۔اس کے بعد حضور انور نے اجتماعی دعا کروائی اور یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

اس جلسہ میں درج ذیل علماءسلسلہ نے بھی تقاریر کیں۔مکرم مولانا عبدالغفار صاحب (اردو) مکرم محمد احمد ارشد صاحب (اردو) مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب (اردو)،مکرم محمد اشرف ضیاءصاحب (اردو)،مکرم طاہر احمد صاحب (اردو)،مکرم شمشاد احمد قمر صاحب (اردو)،مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب (جرمن)،مکرم مولانا عبدالسمیع خاں صاحب (ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ) (اردو)،مکرم مولانا محمد الیاس منیر صاحب (اردو)،مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب (اردو) اور مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی (جرمن) اللہ تعالیٰ اس جلسہ سالانہ کے نیک نتائج نکالے۔آمین

☆/☆/☆/☆/☆

شذرات

ملکی وغیر ملکی ذرائع ابلاغ سے

جناب اقبال حیدر صاحب کا انٹرویو

جناب اقبال حیدر صاحب چیئر پرسن ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اور سابق وفاقی وزیر قانون نے ایم ٹی اے کے پروگرام راہ ھدیٰ نشریہ 7رجون 2010ء میں آصف محمود باسط صاحب کو سانحہ لاہور کے بارہ میں جو انٹرویو دیا وہ پیش ہے۔

سوال: ابھی حال ہی میں جماعت احمدیہ کی (بیوت الذکر) پر لاہور میں حملے ہوئے ہیں اس میں 80 سے زائد احمدی شہید ہوئے ہیں اس کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

جواب:۔ اس دفعہ ہمارے احمدی بھائیوں کا Genocide (نسل کشی) ہوا ہے لاہور میں وہ انتہائی تکلیف دہ ہے۔ دکھ اور افسوس سے زیادہ یہ ہے کہ بربریت کا جو مظاہرہ کیا گیا ہے اس سے نہ صرف احمدی برادری سے دشمنی کی ہے بلکہ ان دہشت گردوں نے پاکستان سے دشمنی کی ہے اور اسلام سے دشمنی کی ہے۔ پاکستان اور اسلام دونوں کو بدنام کرنے کا یہ گھناؤنا، غیر انسانی، غیر آئینی، غیر شرعی، غیر اسلامی قتل و غارت کا جو بازار گرمایا ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔

سوال: ویسے تو پورا پاکستان دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو تو واضح طور پر دھمکیاں دی گئی تھیں اور انہیں اس چیز کا خطرہ تھا جو کہ انہوں نے انتظامیہ کے نوٹس میں بھی لے کر آئے اور بتایا بھی۔ پھر یہ سب کچھ جو ہوا ہے اس کو Rendom Active Terrorism تو نہیں کہہ سکتے؟

جواب:۔ دیکھئے میں اس کو کہتا ہوں کہ یہ ہماری Inteligence Agency کا یہ دانستہ یا غیر دانستہ Completly Failure ہے تو اس میں بڑا ہمارے لئے Human Rights Activities کے لئے بڑا سنگین چیلنج ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر حکومت اور ہمارے سراغ رساں ادارے اگر بالکل Determine کرلیں کہ کسی قیمت پر بھی کسی بھی فرقہ، کسی بھی مذہب، کسی بھی انسان کے نمائندوں کو، Representatives کو، Followers کو ہم احساس عدم تحفظ نہیں (ہونے) دیں گے اور ان کا مکمل Protection ہوگا تو کرسکتے ہیں۔ یہ میرا یقین ہے کہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا جائے گا اور ایسے

حکام کو اور افسران کو جو اس میں کوتاہی برتیں گے ان کو قرار واقعی سزا ملے گی تو ان کے دماغ ٹھکانے آجائیں گے۔

سوال: آپ سراغ رساں اداروں کی بات کر رہے ہیں یہ بڑے بڑے بینر لگے ہوئے ہیں، بڑے بڑے پوسٹر لگے ہوئے ہیں جس میں لکھا ہوا تھا قادیانی واجب القتل ہیں اور ایسے ایسے نفرت انگیز قسم کے اور اشتعال انگیز جملے لکھے ہوئے تھے تو اس میں سراغ لگانے کا کیا سوال؟

جواب: ۔یہی تو رونا ہے کہ اشتعال انگیزی پھیلانے میں اور لوگوں کو اکسانا نفرتیں، دیگر فرقہ یا مذاہب کے ساتھ کرنا، فوجداری مقدمہ دائر ہوسکتا ہے لیکن نہیں کیا جاتا ۔پچھلے مہینے لاہور شہر میں ہی دیوبندی جماعتوں کا اجتماع بڑے پیمانہ پر ہوا تھا جس کی Publicity تمام اخبارات میں نہیں آئی ماسوا چند ایک کے۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ مذہبی جنونیت کی، دہشت گردی کی مذمت نہیں کریں گے، طالبان کی مذمت نہیں کریں گے اور Suicide Bombers کی مذمت کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ میری نظر میں ان کا یہ اجتماع اور ان کا یہ فیصلہ بذات خود غیر قانونی اور قابل سزا ہے کیونکہ اس سے دہشت گردوں کی معاونت ہوتی ہے اور اس طرح کے Suicide Bombers کی معاونت ہوتی ہے۔

سوال: ہم جماعت احمدیہ من حیث الجماعت دہشت گردی کے اس قسم کے واقعات کی مذمت کرتے ہیں لیکن احمدیوں کے خلاف جو کچھ ہوتا ہے کیا اسے پاکستان کا قانون اور اس کے اندر جو ظالمانہ ترامیم ہیں وہ Support نہیں کرتیں؟

جواب:۔نہیں لیکن پاکستان کا قانون انہیں یہ اجازت نہیں دیتا کہ جماعت احمدیہ کے کسی ایک شخص پر انگلی بھی اٹھانے چہ جائیکہ ان کا قتل کریں۔ کسی کو اجازت نہیں ہے۔ واجب القتل کا نعرہ بنیادی طور پر غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اسلامی اور غیر شرعی ہے۔ یہ نعرہ لگانے والے واجب سزا ہیں۔

سوال: قانون یا آئین میں نہیں لکھا کہ احمدیوں کو مارو لیکن جو ترامیم ہیں جس کے مطابق جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اس سے جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال پیدا ہوتا ہے تو آپ سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ کبھی، ان ترامیم پر جو جماعت احمدیہ کے خلاف ہیں نظر ثانی کرے گی؟

جواب:۔اتنی جرأت میں نہیں سمجھتا کہ موجودہ حکومت میں ہوگی۔ اس کے لئے کوئی بڑی انقلابی حکومت ہی آئے کیونکہ جس طریقے سے آئین کا چہرہ مسخ کیا ہے مختلف ادوار میں۔ کاش کہ ہمیں اپنی زندگی میں وہ دن دیکھنے کو ملے کہ وہ آئین جو کہ 14/ اگست 1973ء کو اس ملک میں نافذ ہوا تھا وہ آئین اپنی اصلی شکل میں بحال ہو جائے۔ تو اس ملک کے بہت سے مسائل حل کرنے میں آسانی ہوگی۔ ہمارا فرض ہے کہ دنیا میں سچ بات بولیں اپنے عوام کے تحفظ کے لئے، اپنے ملک کے نام و نمود کو Protect کرنے کے لئے، اپنے مذہب کو Protect کرنے کے لئے اور ان ظالم دہشت گردوں سے نجات پانے کے

لئے، کسی مشہور مبر اخیال ہے نپولین یا کسی اور کا قول تھا کہ ”دہشت گردی کرنے والے تو ہوتے ہی برے ہیں لیکن بدترین وہ لوگ ہیں جو کہ دہشت گردی پر خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہتے ہیں“۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم بدترین لوگوں میں شامل نہ ہوں۔

یہ پاگل پن کب ختم ہو گا ؟؟

محترمہ شیری رحمان صاحبہ اپنے کالم بعنوان ”یہ پاگل پن کب ختم ہوگا“ کے عنوان کے تحت تحریر کرتی ہیں:۔

لاہور میں احمدیوں کا قتل پہلا واقعہ نہیں ہے۔ جس نے پاکستان کے قومی تشخص کی پالیسی کے اندر موجود خامیوں کو بے نقاب کیا ہے۔ اس سے قبل 2009ء میں بھی گوجرہ میں عیسائیوں پر حملے کے دوران پولیس نے حملہ آوروں کو ہی تحفظ فراہم کیا تھا۔ 28 مئی کو ہونے والے حملے کے خلاف کئی آوازیں اُٹھی ہیں مذہبی جماعتوں نے اقلیتوں کو دوسرے درجے کا شہری قرار دے رکھا ہے۔ گیارہ مذہبی جماعتوں نے احمدیوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے پر حکومت پنجاب کی مذمت بھی کی ہے۔ اگرچہ پارلیمنٹ نے اس واقعے کو ناپسندیدہ فعل قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے تاہم پنجاب کی غیر مذہبی جماعتوں کے تذبذب نے مساوات کے ان بلند وبانگ دعوؤں کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ حتیٰ کہ ایک سرکاری اہلکار نے ٹی وی کی براہ راست نشریات میں یہ تک کہہ دیا کہ وہ احمدیوں کے خلاف نفرت کو ہوا دینے والے بینرز ہٹا نہیں سکتے۔ مختلف سیاسی حلقوں کے بہت سے سیاستدانوں نے اب بھی اپنے ووٹ بنک کے لئے فرقہ وارانہ جماعتوں اور شدت پسندوں کے ساتھ روابط کو برقرار رکھا ہوا ہے۔ اقلیتوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے والوں کو سزا دینے میں حکومت کی نااہلی بھی کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ یہ اس یقین کو مزید تقویت دیتا ہے کہ گوجرہ میں عیسائیوں کے قاتلوں کی طرح احمدیوں کے قاتل بھی کیفر کردار کو نہ پہنچ سکیں گے......... آئین کے مطابق اب یہ واضح ہے کہ اعلیٰ منتخب عہدوں پر پاکستان کی نمائندگی کا حق صرف ایک مسلمان کو ہی حاصل ہے......... پاکستانی پاسپورٹ کے حصول کے لئے جس سے ملک کی شہریت کا تعین ہوتا ہے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہر پاکستانی اس بات کی تصدیق کرے کہ وہ احمدیوں کو غیر مسلم سمجھتا ہے۔ 1984ء میں احمدیوں کے خلاف منظور ہونے والے آرڈیننس کے علاوہ ضیاء حکومت نے اس تعلیم یافتہ کمیونٹی کو آزار پہنچانے کے لئے مختلف اقدامات کئے۔ پروفیسر عبدالسلام کو بھی ان کے مذہب کی بناء پر ان کا حق دینے سے انکار کر دیا گیا لیکن وہ نوبل انعام وصول کرتے ہوئے اپنے قومی لباس ہی میں ملبوس نظر آئے حتیٰ کہ احمدیوں کے خلاف شدید منفی پروپیگنڈہ طالب علموں میں بھی سرایت کر چکا ہے.........
اگرچہ آئین اقلیتوں کا واضح طور سے تحفظ کرتا ہے لیکن اس میں مزید بہتری بھی کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر آئین کی چند

شقوں کی علامتی پیروی سے شہریوں کے خلاف عقائد کی بناء پر مخالفت کا خاتمہ ہو سکے گا۔ خصوصاً شق 20 جو ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اس کی تبلیغ کرنے اور اس کا دعویٰ کرنے کی اجازت دیتی ہے عدالتوں کو بھی مذہب کے نام پر ہونے والی ان کارروائیوں کے خلاف ان شقوں کے تحت از خود نوٹس لینا چاہئے۔ تاہم آئین کی ان صریح خلاف ورزیوں پر اب تک خاموش ہیں۔ (روزنامہ جنگ لاہور 5 جولائی 2010ء)

ہمارا دشمن ہمارے اندر ہے

جناب مسعود اشعر صاحب اپنے کالم آئینہ میں ''ہمارا دشمن ہمارے اندر ہے'' کے عنوان میں تحریر کرتے ہیں:۔

سوویت یونین کے خلاف امریکہ اور ضیاء الحق کے نام نہاد جہاد کے ساتھ عرب سے آنے والی اسلام کی جس نئی تعبیر و تشریح نے ہمارے ہاں رواج پایا اور جو ہماری دینی درس گاہوں کے ساتھ عام اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں تک کی تعلیم میں سرایت کر گئی اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا۔ اب ہم ایک دوسرے کو مشرک اور کافر کہنے میں ذرا سی بھی شرم محسوس نہیں کر سکتے۔ اب ہمارے ہاں علی الاعلان کہا جاتا ہے کہ فلاں مسلک یا فلاں فرقہ ہمارے مسلک کو نہیں مانتا ہے اس لئے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔ یہ میں اپنے دل سے نہیں بنا رہا ہوں ہمارے ہر شہر اور ہر قصبے میں اس قسم کی جو کتابیں اور رسالے تقسیم ہو رہے ہیں ان میں یہی سبق دیا جاتا ہے اور ان رسالوں اور کتابوں پر کوئی پابندی نہیں ہے انہیں کھلے عام چھاپنے اور تقسیم کرنے کی اجازت ہے۔ یہ کتابیں اور رسالے عام دکانوں پر ہی نہیں ڈاکٹروں کے کلینک پر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ یہ کتابیں اور رسالے مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس لٹریچر کے ذریعے ایک دوسرے کے خلاف جو نفرت پھیلائی جا رہی ہے اس کی طرف کسی کی نظر نہیں جاتی یہود و ہنود کی سازش فوراً نظر آ جاتی ہے۔ (روزنامہ جنگ لاہور 5 جولائی 2010ء)

مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کی تباہی

جناب سید مظہر علی شاہ صاحب مندرجہ بالا عنوان کے تحت اپنے کالم کوہ مراد میں تحریر کرتے ہیں:۔

''مسلمانوں کی اس سے بڑھ کر اور بد قسمتی بھلا کیا ہوگی کہ اگر اردن الفتح کے خون کا پیاسا ہے تو مصر حماس کے ساتھ حالت جنگ میں ہے اور اس سے بھی بڑھ کر بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ OIC کے ممبر 57 مسلمان ممالک میں سے البانیہ، آذربائی جان، ازبکستان، یوگنڈہ، ترکمانستان، ترکی، تیونس، ٹوگو، اردن، گیانا، گیمبیا، گیبون، مصر، کیمرون وغیرہ بشمول مراکش، موزمبیق، نائیجر، نائیجیریا، قطر، سینیگال، اومان اور تاجکستان نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں۔

.....صرف ایران،عراق کی جنگ میں 2 ملین مسلمان قتل ہوئے۔سوڈان میں مسلمانوں کے ہاتھوں تین ملین مسلمان قتل ہوئے ہیں اور گذشتہ 7 برسوں میں 29105 کے قریب پاکستانی مسلمان پاکستانی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں۔اس صورتحال میں بھارت کو پاکستان پر بم گرانے کی ضرورت کیا ہے۔یہ کام ہم خود ایک دوسرے کو مار کر بخوبی کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔" (روزنامہ'آج'پشاور 17 جون 2010ء)

"ڈاکٹر صاحب کا ایک اور دعویٰ!"

معروف کالم نگار نذیر ناجی صاحب جو سویرے سویرے کے نام سے کالم تحریر کرتے ہیں وہ مندرجہ بالا عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"دنیا کی سات ایٹمی طاقتوں میں سے چھ اپنے ایٹم بم کو اعزاز سمجھتی ہیں۔ان سب کے ایٹم بم بنانے میں ان کے سائنسدانوں ہی نے کام کیا۔ان میں یقیناً کوئی نہ کوئی یورینیم کو دھماکہ خیزی کی صلاحیت دینے کا ذمہ دار ہوگا۔مگر دنیا میں کس کو معلوم ہے کہ وہ کون تھا؟ دنیا کا پہلا ایٹم بم امریکہ نے بنایا۔اسے بنانے میں بھی کسی نہ کسی سائنسدان کا کردار یقیناً بہت نمایاں ہوگا۔لیکن کیا امریکی قوم نے اسے عوامی ہیرو بنایا؟ دفاعی ماہرین اور سائنسدانوں کے حلقوں میں ایٹم بم تیار کرنے والوں کی فہرستیں یقیناً دستیاب ہیں اور یہ بھی درج ہے کہ کسی سائنسدان کا کردار کیا تھا؟ مگر کسی سائنسدان نے میڈیا اور تقریبات میں یہ اعزاز لینے کی کوشش نہیں کی کہ اپنے ملک کے ایٹم بم کے خالق وہ ہیں۔ہماری قوم نے یہ دعویٰ فراخدلی سے تسلیم کرلیا اور ایٹم بم بنانے میں جن دوسرے سائنسدانوں کا نمایاں کردار رہا ہے وہ بھی رواداری سے کام لیتے ہوئے چپ رہے۔ڈاکٹر صاحب اپنا دعویٰ دہراتے چلے گئے اور پاکستانیوں کی روایتی وضع داری ان کے لئے ہیرو بننے کا راستہ آسان کرتی رہی۔

مگر ان کے دعوے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔پہلے وہ صرف بم کے خالق بنے ہوئے تھے۔اب دھماکوں کا سہرا بھی اپنے سر باندھنے پر تل گئے ہیں۔ان کے تازہ بیان کی اخباری سرخی یہ ہے کہ "نواز شریف دباؤ میں تھے میں نے مستعفی ہونے کا خط لکھ کر ایٹمی دھماکے کرائے۔" لیجئے! سب کی چھٹی ہوگئی۔پاکستان کا ایٹم بم بنانے اور چلانے میں نہ کسی سیاستدان کا کردار ہے۔نہ پاک فوج کا حصہ ہے۔نہ کسی سیاستدان کی محنت ہے۔نہ کسی ٹیکنیشن کی کارکردگی شامل ہے۔بم کو یورینیم کی افزودگی سے لے کر انجینئرنگ کے سارے مراحل طے کرنے اور آخر کار دھماکہ کر ڈالنے تک، سارا کام ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے تن تنہا انجام دیا۔ان کے تازہ دعوے کا پس منظر معلوم ہونے کی وجہ سے میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں اس کہ گمراہ کن دعوے کو تاریخ کا حصہ بننے سے پہلے پہلے، سچائی کی روشنی میں لے آؤں تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ ڈاکٹر صاحب کے استعفے کی

ضرورت کب اور کہاں تھی؟

آج میں پھر لکھ رہا ہوں کہ دھماکوں کے بعد نواز شریف جب چاغی کے پہاڑوں پر جانے کے لئے کوئٹہ پہنچے تو ان کی ٹیم میں ڈاکٹر عبدالقدیر شامل نہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب کوئٹہ کے کورز ہاؤس میں ڈنر سے ذرا پہلے از خود وہاں پہنچ گئے تھے۔ نواز شریف اور اس کی ٹیم کے سب ارکان ان کی اچانک آمد پر حیران ہوئے۔ صبح وہ دالبندین جانے والی ٹیم کے ساتھ ہولئے۔ وہاں انہوں نے دھماکے کا مقام اور لیبارٹری نواز شریف کی معیت میں دیکھی۔ دھماکے کی سرنگ کے دہانے اور لیبارٹری کے بارے میں معلومات ڈاکٹر ثمر مبارک مند بیان کررہے تھے اور ہماری طرح خود ڈاکٹر صاحب بھی ہر چیز کو ایسے دیکھ رہے تھے، جیسے وہ پہلی بار ان مقامات پر آئے ہوں۔ بعد میں پتہ چلا کہ واقعی پہلی بار آئے ہیں۔ اس پوری کہانی میں ایسا کوئی موقع نہیں تھا جس میں ڈاکٹر صاحب کے اس دعوے کی گنجائش ہو کہ انہوں نے مستعفی ہونے کا خط لکھ کر نواز شریف سے دھماکے کروائے۔"

(روزنامہ جنگ لاہور 31.05.2010)

اس غم کا بھرنا سہل نہیں

نذیر ناجی اپنے کالم سویرے سویرے میں "اس زخم کا بھرنا سہل نہیں" کے عنوان کے تحت ملک میں جاری دہشت گردی اور اس کے خاتمہ کے لئے کی جانے والی کوششوں کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں:۔

"کون سے بیرونی دشمن؟ سب کچھ ہمارے ملک کے اندر ہورہا ہے۔ مارنے والے بھی یہیں کے ہیں اور شہید ہونے والے بھی میں بار بار کہتا ہوں جب تک سیاست و اقتدار کے کھیل سے "ملائیت کو نہیں نکالا جائے گا" ہمارا یہی حشر ہوتا رہے گا بلکہ اس سے بھی بُرا ہوگا۔ حکومتیں اور علمائے کرام کے درمیان مذاکرات سے کوئی نتیجہ نکلنا معجزے سے کم نہیں ہوگا۔ کیونکہ بیشتر علمائے کرام اندر ہی اندر اس بات پر خوش ہیں کہ دہشت گردی نے ان کی اہمیت بڑھادی ہے حکومت ہر وار کے بعد ان کی ناز برداریوں پر مجبور ہے وہ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں کو اپنے مستقبل کی طاقت تصور کررہے ہیں۔ کھل کر دہشت گردوں کی مذمت نہیں کرتے۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کی طرح ان کے مجرمانہ افعال کو غیر اسلامی قرار نہیں دیتے۔ ہر بیان اور ہر مشترکہ ردّعمل میں وہ درمیانہ مؤقف اختیار کرتے ہیں۔

ع باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیاد بھی۔

(روزنامہ جنگ لاہور 07.07.2010)

☆☆☆

اخبار مجالس

《قیادت عمومی مجلس انصاراللہ پاکستان》

سالانہ پروگرام ☆20 مئی کو کوارٹرز تحریک جدید ربوہ کا سالانہ پروگرام (بیت محمود) میں بعد نماز مغرب زیر صدارت زعیم اعلیٰ ربوہ منعقد ہوا۔ مکرم مولانا صدیق احمد منور صاحب نے تقویٰ پر تقریر کی۔ حلقہ کوارٹرز تحریک جدید نے ربوہ کے 65 حلقہ جات میں سال 2009ء میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ حاضری انصار 45، خدام 55، اطفال 33 رہی۔

☆مجلس انصاراللہ ضلع کوٹلی کے زیر اہتمام 20 رجون کو اطفال و ناصرات کے علمی مقابلہ جات کا اہتمام کیا گیا محترم امیر صاحب ضلع نے انعام میں ٹرافیاں دیں۔ اسی طرح مجلس انصاراللہ ضلع کوٹلی کے زیر اہتمام اطفال و ناصرات کو ریور ویو پارک لے جایا گیا۔ 46 اطفال و ناصرات 8 خدام اور 2 انصار نے شمولیت کی۔

ریفریشر کورس ☆نظامت انصاراللہ ضلع خوشاب: 2 رمئی 2010ء کو بمقام ڈیرہ ورکاں، ریفریشر کورس منعقد ہوا مکرم عزیز الحق رامہ ناظم علاقہ سرگودھا نے ہدایات دیں۔ 27 میں سے 25 زعمائے مجالس اور ضلعی مجلس عاملہ کے 15 اراکین شامل ہوئے۔

☆مجلس انصاراللہ اورنگی ٹاؤن: 16 رمئی 2010ء کو مکرم زعیم اعلیٰ صاحب کی زیر صدارت بیت الحفیظ اورنگی ٹاؤن میں ریفریشر کورس منعقد ہوا۔ شعبہ وار تفصیلی ہدایات دی گئیں۔

☆**مجلس انصاراللہ ضلع سرگودھا:** ماہ جون کے دوران نظامت ضلع کے زیر اہتمام ریفریشر کورسز ہوئے۔ 6 حلقہ جات کی 32 مجالس کے زعماء، نمائندگان، نائب ناظمین اصلاح وارشاد اور نائب ناظمین ضلع نے شمولیت کی۔ مکرم ناظم صاحب ضلع اور مکرم حفیظ احمد صاحب مربی سلسلہ نے تفصیلی ہدایات دیں۔ حاضری 104 رہی۔ ☆**مجلس انصاراللہ ضلع سرگودھا:** ماہ جون کے دوران حلقہ وار 10 ریفریشر کورسز کیے گئے۔ زعمائے مجالس اور مقامی و ضلعی اراکین عاملہ کو مکرم حفیظ احمد صاحب مربی سلسلہ نے شعبہ وار ہدایات دیں۔ مکرم صفدر علی وڑائچ صاحب ناظم ضلع اور ان کی عاملہ اور نگران حلقہ جات نے بھرپور تعاون کیا کل 36 مجالس کے 144 عہدیداران اور 185 انصار نے شمولیت کی۔

☆**مجلس انصاراللہ دارالعلوم غربی بلاک:** مورخہ 20 رجون 2010ء کو زعیم صاحب اعلیٰ ربوہ کی زیر صدارت بیت صادق میں دارالعلوم غربی بلاک کے پانچ حلقہ جات کے عہدیداران کا ریفریشر کورس بعد نماز عصر منعقد ہوا کل حاضری 42 رہی۔

فری میڈیکل کیمپ ☆مجلس انصاراللہ ضلع حافظ آباد: 16 رمئی کو قریبی گاؤں میں فری میڈیکل کیمپ لگایا 140 مریضوں کا معائنہ کر کے ادویات دیں۔

☆**مجلس انصاراللہ دارالنور فیصل آباد:** 25 رجون صبح 9 تا 1 بجے گلفشاں سکول محلہ سخی سرور میں میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔ 71 مریضوں نے استفادہ کیا۔ تعاون ڈاکٹر طاہر احمد میل نرس اور مکرم محمد عمر صاحب۔

☆مجلس انصاراللہ واہ کینٹ نے 18 رجون کو لو اور گرمی سے بچاؤ کا ایک ہومیوپیتھی نسخہ بنا کر 4 ڈرام کی 170 شیشیاں گھر گھر

تقسیم کیں ۔نسخہ کی تیاری میں میجر عظمت جاوید صاحب ملک نائب زعیم اعلیٰ اور محمد اسلم خالد صاحب منتظم ایثار نے تعاون کیا۔

☆ **زعامت علیا انصار اللہ ماڈل کالونی کراچی:** ماہ جون کے دوران اتفاق کالونی ملیر توسیعی کالونی میں چار میڈیکل کیمپس لگائے گئے ۔کل 855مریضوں نے استفادہ کیا مزید 80مریضوں کا مفت علاج کیا گیا۔ڈاکٹر طلعت اشرف صاحب ،ڈاکٹر فاروق ہمایوں صاحب اور ڈاکٹر فریحہ عروج صاحبہ نے تعاون کیا۔

☆ **زعامت علیا کریم نگر فیصل آباد:** 18رجون کو چک نمبر 122 نور پور میں فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا جو صبح 8:30 بجے سے دوپہر ایک بجے تک جاری رہا80 مریضوں کو ادویات دی گئیں ۔

☆ **مجلس انصار اللہ زعامت علیا گلشن پارک لاہور:** 5رجون مین مارکیٹ گلبرگ میڈیکل کیمپ سے 52مریض مستفیض ہوئے ۔19رجون کو بھی مین مارکیٹ گلبرگ میں 40مریض مستفید ہوئے ۔14رجون تیزاب احاطہ میں میڈیکل کیمپ سے60مریض مستفید ہوئے ۔تعاون ڈاکٹر افتخار احمد ملک صاحب اور ڈاکٹر فضل احمد ناصر صاحب اور ڈاکٹر ماجد صاحب ،

وقار عمل ☆ نظامت انصار اللہ ضلع فیصل آباد: 23رمئی کو گٹ والا پارک میں وقار عمل کے ذریعہ صفائی کی گئی ۔25مجالس کے 135 انصار اور 15خدام واطفال نے اس وقار عمل میں حصہ لیا۔

☆ زعامت علیا کریم نگر فیصل آباد: مورخہ 6اور 27رجون کو احمدیہ قبرستان چک نمبر 121ج ۔ب گوکھوال ملت روڈ فیصل آباد میں ایک مثالی وقار عمل ہوا جس میں 46انصار 19خدام اور 2اطفال نے حصہ لیا چالیس قبروں پر مٹی ڈال کر انہیں درست کیا گیا اور ایک 30فٹ لمبے نالے کو بھی درست کیا تقریباً پچاس منٹ تک وقار عمل جاری رہا۔

☆ **مجلس انصار اللہ گلشن جامی کراچی:** 27رجون کو (بیت الذکر) کی دریوں ،دیواروں ،پنکھوں اور ٹیوب لائیٹس کی صفائی کی گئی 17انصار نے ایک گھنٹہ کام کیا۔

☆ **مجلس انصار اللہ علی پور چٹھہ:** 29رجون کو وقار عمل کے ذریعہ صحن (بیت الذکر) کی صفائی کی گئی ۔صحن اور وضو والی جگہ کو پانی سے دھویا گیا۔

پکنک ☆ مجلس انصار اللہ ضلع لاہور: کیم مئی کو مکرم چوہدری منیر مسعود صاحب ناظم انصار اللہ ضلع لاہور کی زیرنگرانی ضلع کو 9 سینٹرز میں تقسیم کر کے سائیکل سفر برائے پکنک کیا گیا ۔ڈاکٹر صاحبان نے دانتوں کی صفائی ،ٹائیفائیڈ اور حفظان صحت کے مختلف پہلوؤں پر لیکچر دیئے ۔مکرم مجید قریشی صاحب نے ایمان افروز واقعات سنائے ۔علمی و ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن لینے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے ۔208 سائیکل سواروں سمیت کل 599انصار نے شمولیت کی ۔

☆ نظامت ضلع فیصل آباد: 23رمئی کو گٹ والا پارک میں پکنک کا انعقاد کیا گیا۔بیت بازی کا مقابلہ کروایا گیا نیز انصار نے اپنی اپنی پسند کا ایک ایک شعر بھی سنایا ۔کلائی ،دوڑ اور رسہ کشی کے مقابلے بھی کروائے گئے ۔25مجالس کے 135 انصار 15خدام واطفال بھی شامل ہوئے ۔

☆ زعامت علیا کریم نگر فیصل آباد: 27رجون کو زعامت علیا کریم نگر فیصل آباد نے پکنک منائی جس میں 46انصار شامل ہوئے اس موقع پر تیز دوڑ ،ڈبل جمپ ،گولا پھینکنا وغیرہ کے مقابلے بھی منعقد ہوئے ۔

مجلس شوریٰ کے فیصلہ جات کی پابندی کریں

''شوریٰ کے فیصلے میرے منظور شدہ ہیں جن پر عملدرآمد ہونا چاہیے۔ اس کی پابندی کروائیں''

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

نظام جماعت اور عہدیداران کی اطاعت:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''اپنے گھروں میں کبھی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے نظام جماعت کی تخفیف ہوتی ہو یا کسی عہدیدار کے خلاف شکوہ ہو۔ وہ شکوہ اگر سچا بھی ہے پھر بھی اگر آپ نے اپنے گھر میں کیا تو آپ کے بچے ہمیشہ کے لئے اس سے زخمی ہو جائیں گے۔ آپ تو شکوہ کرنے کے باوجود اپنے ایمان کی حفاظت کر سکتے ہیں لیکن آپ کے بچے زیادہ گہرا زخم محسوس کریں گے۔ یہ ایسا زخم ہوا کرتا ہے کہ جس کو لگتا ہے اس کو کم لگتا ہے، جو قریب کا دیکھنے والا ہے اُس کو زیادہ لگتا ہے۔ اس لئے اکثر وہ لوگ جو نظام جماعت پر تبصرے کرنے میں بے احتیاطی کرتے ہیں، ان کی اولادوں کو کم و بیش ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ اور بعض ہمیشہ کے لئے ضائع ہو جاتی ہیں۔'' (خطبات مسرور جلد اول ص 149، 150)

بدرسوم سے اجتناب:۔ بیاہ شادی کی بدرسوم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''ہماری قوم میں ایک یہ بھی بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے سو یاد رکھنا چاہئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عند الشرع حرام ہیں اور آتشبازی چلانا اور رنڈی بھڑووں ڈوم ڈھاریوں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ سو اس کے علاوہ شرع شریف میں تو صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 49)

حصول علم کی اہمیت:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خطبہ جمعہ 31 مئی 1991ء میں فرماتے ہیں:۔

''آپ سے میں توقع رکھتا ہوں کہ آپ اپنی نئی نسلوں کو خطبات باقاعدہ سنوایا کریں یا پڑھایا کریں یا سمجھایا کریں کیونکہ خلیفہ وقت کے یہ خطبات جو اس دور میں دیئے جارہے ہیں یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والی ایجادات کے سہارے بیک وقت ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور ساری دنیا کی جماعتیں ان کو براہ راست سنتی اور فائدہ اٹھاتی اور ایک قوم بن رہی ہیں اور امت واحدہ بنانے کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔'' (الفضل 23 ستمبر 1991ء)

پس حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات خود بھی سنیں اور بچوں کو بھی سنائیں۔ مجالس عرفان باقاعدہ بچوں کو سنوائی جائیں۔ عہدیداران اس طرف خاص طور پر توجہ دیں۔ ﴿ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ﴾

☆:☆:☆:☆

حبّ الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''لوگ تو اس ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ ان کوششوں کی راہ میں روک بن جائیں اور حب الوطنی کے گیت گائیں اور ساری قوم کو سمجھائیں۔ حب الوطنی کے جذبہ کو زخمی نہ ہونے دو۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو یہ جہاد بھی کرنا چاہئے کہ پاکستان میں حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے

کیونکہ یہ ملک دین کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس لحاظ سے یہ واحد ملک ہے۔ اس لئے اس مقدس نام سے پیار اور محبت ہے تو پھر دنیا کے ہر احمدی کو چاہئے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کو ناکام بنادے''۔

(خطبہ جمعہ 28/نومبر 1986ء)

Monthly **ANSARULLAH** August 2010

Regd. # CPL-8/MDFD

EDITOR:Muhammad Mahmood Tahir

Ph: (047)-6212982Fax: (047)-6214631(C.Nagar 35460) E-mail:ansarullahpakistan@gmail.com

جماعت احمدیہ نے ہمیشہ پاکستان کے لئے قربانیاں دی ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"جماعت احمدیہ نے پہلے دن سے ہی جب سے کہ پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہے ہمیشہ پاکستان اور مسلمانوں کے حقوق کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ اس لیے یہ تو کبھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایک احمدی کا کوئی مسلمان بھائی تکلیف میں ہو یا ملک پر کوئی مشکل ہو اور ایک احمدی پاکستانی شہری دور کھڑا صرف نظارہ کرے اور اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ پس جماعت احمدیہ نے اس ملک کے بنانے میں بھی حصہ لیا ہے اور انشاء اللہ اس کی تعمیر و ترقی میں بھی ہمیشہ کی طرح حصہ لیتی رہے گی۔ کیونکہ آج ہمیں "وطن کی محبت ایمان کا حصہ" ہے کا سب سے زیادہ ادراک ہے۔ آج احمدی ہے جو جانتا ہے کہ وطن کی محبت کیا ہوتی ہے" (خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 611-612)